جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

النور

نبوت - فتح ۱۳۸۶ ہش
نومبر - دسمبر ۲۰۰۷ء

خصوصی شمارہ - جلسہ سالانہ امریکہ ۲۰۰۷ء
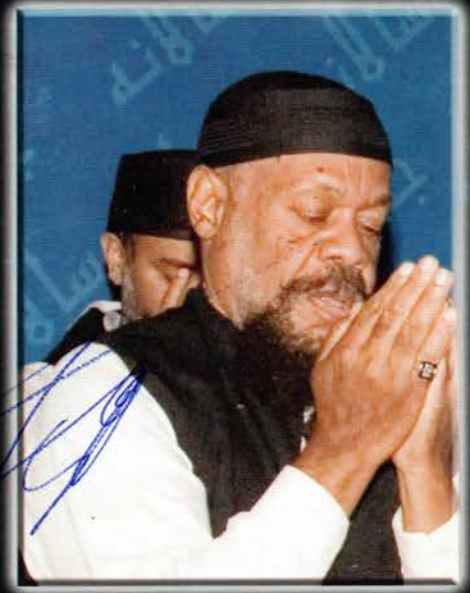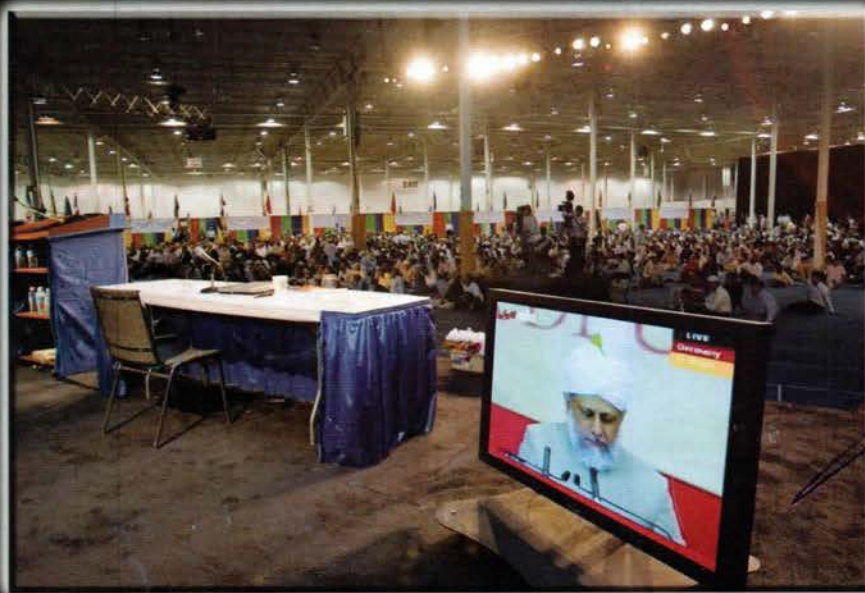
Fitchburg Jama'at's first Eid

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (2:258)

النـــور

نومبر۔دسمبر 2007

جماعت احمدیه امریکه کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّه

لکھنے کا پتہ: Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ○

(الانعام: 113, 138)

تُو ان کو چھوڑ دے اور اُسے بھی جو وہ افتراء کرتے ہیں۔

وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○

(یونس:106)

اور تو ہرگز مشرکوں میں سے نہ بن۔

{700 احکام خُداوندی صفحہ-48}

فہرس

قرآن کریم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ O اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ O جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَاۗىِٕدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O

(المآئدۃ: 95-98)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں اللہ کچھ ایسے شکار کے ذریعے ضرور آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی رسائی ہوگی تا کہ اللہ ان لوگوں کو نمایاں کرے جو غائبانہ اس سے ڈرتے ہیں۔ پس جو اس کے بعد حد سے تجاوز کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہوگا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار مارا نہ کرو جب تم احرام کی حالت میں ہو۔ اور تم میں سے جو اُسے جان بوجھ کر مارے تو اس کی سزا کے طور پر کعبہ تک پہنچنے والی ایسی قربانی پیش کرے جو اس جانور کے برابر ہو جسے اس نے مارا ہے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو صاحبِ عدل کریں۔ یا پھر اس کا کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا پھر اس کے برابر روزے (رکھے) تا کہ وہ اپنے فعل کا بد نتیجہ چکھے۔ اللہ نے درگزر کیا ہے اس سے جو گزر چکا۔ پس جو اعادہ کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) انتقام لینے والا ہے۔ تمہارے لئے سمندری شکار اور اسکا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔ یہ تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لئے ہے۔ اور تم پر خشکی کا شکار اس وقت تک حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم احرام باندھے ہوئے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اللہ نے بیتِ حرام کعبہ کو لوگوں کے (دینی اور اقتصادی) قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینہ کو قربانی کے جانوروں کو اور پٹے پہنائی ہوئی قربانیوں کو۔ یہ (تنبیہ) اس لئے ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ اُسے خوب جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

اَحادیثِ مبارکہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوِدَاعِ، یَاۤاَیُّھَاالنَّاسُ! اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا: ھٰذَایَوْمٌ حَرَامٌ قَالَ اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ ۔ قَالَ فَاَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا شَھْرٌ حَرَامٌ۔قَالَ اِنَّ اَمْوَالَکُمْ وَدِمَآءَ کُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَافِیْ بَلَدِ کُمْ ھٰذَافِیْ شَھْرِ کُمْ ھٰذَا ثُمَّ اَعَادَھَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَآءِ، فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ مِرَارًاقَالَ: یَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَاللّٰہِ اِنَّھَا لَوَصِیَّۃٌ اِلٰی رَبِّہٖ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ قَالَ: اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

(مسند احمد صفحہ 230جلد اوّل)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا۔اے لوگو! یہ کون سا دن ہے لوگوں نے عرض کیا یہ عرفہ کا قابل احترام دن ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ مکہ کا قابل احترام شہر ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ ذوالحجہ کا قابل احترام مہینہ ہے اس سوال و جواب کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنو! تمہارے اموال اور تمہارے خون اور تمہاری آبروئیں اسی طرح قابل احترام اور مستحق حفاظت ہیں اور ان کی ہتک تمہارے لئے حرام ہے۔ جس طرح یہ دن، یہ شہر اور یہ مہینہ تمہارے لئے قابل احترام اور لائق ادب ہے اور جس کی ہتک تم پر حرام ہے۔ حضورؐ نے اس بات کو کئی بار دہرایا پھر آپؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اے میرے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔ حضورؐ نے ھَلْ بَلَّغْتُ کے الفاظ بھی کئی بار دوہرائے پھر آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھو جو یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس موقعہ پر موجود نہیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھو کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو اور خونریزی کا ارتکاب کرنے لگو۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات کا برنگ حقیقت واقعہ کھلا اظہار تھا کہ آپؐ نے فریضہ تبلیغ بڑے عمدہ رنگ میں ادا کر دیا ہے اور لوگوں کو ان کا اصل فرض اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ انسان کے بنیادی حقوق کا ہمیشہ خیال رکھنا ان کے اموال ان کی جانوں اور ان کی آبروؤں کے لئے کبھی خطرہ نہ بننا۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَ لَہٗ ذِبْحٌ یَذْبَحُہٗ فَاِذَا اُھِلَّ ھِلَالُ ذِی الْحِجَّۃِ فَلَا یَاْ خُذَنَّ مِنْ شَعْرِہٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِہٖ شَیْئًا حَتّٰی یُضَحِّیَ۔

(مسلم کتاب الاضاحی باب نھی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ)

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جب ذوالحج کا چاند نکلے تو وہ قربانی کا جانور ذبح کرنے تک نہ اپنے بال کٹوائے اور نہ ناخن۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

حج کے واسطے جانا خلوص اور محبت سے آسان ہے مگر واپسی ایسی حالت میں مشکل۔ بہت ہیں جو وہاں سے نامراد اور سخت دل ہو کر آتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وہاں کی حقیقت اُن کو نہیں ملتی۔ قشر کو دیکھ کر رائے زنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہاں کے فیوض سے محروم ہوتے ہیں اپنی بدکاریوں کی وجہ سے اور پھر الزام دوسروں پر دھرتے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہے کہ مامور کی خدمت میں صدق اور استقلال سے کچھ عرصہ رہا جاوے تاکہ اُس کے اندرونی حالات سے بھی آگاہی ہو اور صدق پورے طور پر نورانی ہو جاوے۔ (الحکم جلد 7 نمبر 10 مورخہ 17 مارچ 1903 صفحہ 4)

حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے سمجھنا چاہیئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پرواہو نہ عزیز واقارب سے جدائی کا فکر ہو۔ جیسے عاشق محبوب پر جان قربان کرنے کو طیار ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے یہ ایک باریک نکتہ ہے جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کے طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہیئے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر کپڑا رکھ لیتے ہیں اسی طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہیئے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشقِ الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہیئے اور کوئی غرض باقی نہیں۔ (الحکم جلد 11 نمبر 2 مورخہ 17 جنوری 1907 صفحہ 9)

حج میں محبت کے سارے ارکان پائے جاتے ہیں بعض شدت محبت میں کپڑے کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ عشق بھی ایک جنون ہوتا ہے۔ کپڑوں کو سنوار کر رکھنا یہ عشق میں نہیں رہتا۔۔۔ یہ نمونہ جو انتہائے محبت کا لباس میں ہوتا ہے وہ حج میں موجود ہے۔ سر منڈایا جاتا ہے۔ دوڑتے ہیں محبت کا بوسہ رہ گیا وہ بھی ہے جو خدا کی ساری شریعتوں میں تصویری زبان میں چلا آیا ہے۔ پھر قربانی میں بھی کمال عشق دکھایا ہے۔ اسلام نے پورے طور پر ان حقوق کی تعلیم دی ہے۔ نادان ہے وہ شخص جو اپنی نابینائی سے اعتراض کرتا ہے۔ (الحکم جلد 6 نمبر 26 مورخہ 24 جولائی 1902 صفحہ 3)

ایک حج کا ارادہ کرنے والے کیلئے اگر یہ بات پیش آجائے کہ وہ اس مسیح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو برس سے اہل اسلام میں انتظار ہے تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جا سکتا ہاں باجازت اس کے دوسرے وقت میں جا سکتا ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص 47)

(تفسیر قرآن کریم فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں ہوں ستم رسیدہ اُن سے جو ہیں رمیدہ
شاہد ہے آبِ دیدہ واقف بڑا یہی ہے

میں دل کی کیا سُناؤں کس کو یہ غم سُناؤں
دُکھ درد کے ہیں جھگڑے مُجھ پر بلا یہی ہے

دیں کے غموں نے مارا اَب دل ہے پارہ پارہ
دلبر کا ہے سہارا ورنہ فنا یہی ہے

ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے
اس یار کی نظر میں شرطِ وفا یہی ہے

برباد جائیں گے ہم گو وُہ نہ پائیں گے ہم
رونے سے لائینگے ہم دل میں رجا یہی ہے

وہ دن گئے کہ راتیں کٹتی تھیں کر کے باتیں
اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کتھا یہی ہے

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربتِ تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

شکرِ خدائے رحماں! جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے

کیا وصف اس کے کہنا ہر حرف اس کا گہنا
دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں
خالی ہیں اُن کی قابیں خوانِ ھُدیٰ یہی ہے

اس نے خدا ملایا وہ یار اُس سے پایا
راتیں تھیں جتنی گزریں اب دن چڑھا یہی ہے

اس نے نشاں دکھائے طالب سبھی بلائے
سوتے ہوئے جگائے بس حق نُما یہی ہے

پہلے صحیفے سارے لوگوں نے جب بگاڑے
دنیا سے وہ سدھارے نوشہ نیا یہی ہے

کہتے ہیں حسنِ یوسفؑ دلکش بہت تھا لیکن
خُوبی اور دلبری میں سب سے سِوا یہی ہے

خطبہ جمعہ

جب ہم نیک نیت ہوکر جلسے کے پروگراموں سے فیض اٹھانے کی کوشش کریں گے تو تبھی ہم اپنی زندگیوں میں انقلاب لانے والے بن سکیں گے۔ اس انقلاب کے لئے بنیادی اور سب سے اہم چیز دعا اور ذکر الٰہی ہے۔

ہر احمدی کے چہرہ کے پیچھے آج احمدیت کا چہرہ ہے

پس ہمیشہ یاد رکھو تمہارے قول اور عمل میں تضاد نہ ہو

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

آج اس خطبہ کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کے انعاموں میں سے یہ بھی ایک بہت بڑا انعام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا کہ سال میں ایک دفعہ ہم جمع ہوکر اپنی روحانی اور اخلاقی ترقی کے سامان بہم پہنچائیں۔ ایسے پروگرام بنائیں جو ہمیں خدا تعالیٰ سے قریب کرنے والے اور تقویٰ میں بڑھانے والے ہوں۔ اس ارادے اور اس نیت سے یہ دن گزاریں کہ ہم نے اعلیٰ اخلاق اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے بھی اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں۔ آپس میں محبت، پیار اور تعلق کو بڑھانا ہے، رنجشوں کو دور کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنی ہے، ہر قسم کی لغویات سے اپنے آپ کو پاک کرنا ہے۔ بظاہر یہ چند باتیں ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کے مقاصد میں سے بیان فرمایا۔ لیکن یہی باتیں ہیں جو انسان کے مقصد پیدائش کو پورا کرنے والی ہیں۔

پس جلسہ پر آنے والے ہر احمدی کو ہمیشہ یہ بات اپنے پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اس جلسہ میں شامل ہونا اپنے اندر ایک بہت بڑا مقصد رکھتا ہے۔ اگر خدا کی رضا کے حصول کی کوشش نہیں ہو رہی، اگر تقویٰ میں ترقی کرنے کی کوشش نہیں ہو رہی، اگر اخلاق کے اعلیٰ نمونے قائم کرتے ہوئے بندوں کے حقوق ادا نہیں ہو رہے تو پھر جلسہ پر آنے کا مقصد پورا نہیں ہو رہا اور اگر یہ مقصد پورا نہیں کرنا تو پھر اس جلسہ پر آنے کا فائدہ بھی کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں بھی صرف انہی کے حق میں پوری ہوں گی

جو اس مقصد کو سمجھ رہے ہوں گے، اس غرض کو سمجھ رہے ہوں گے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسہ کا اجراء فرمایا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ''میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں۔ بلکہ وہ علت غائی'' یعنی وہ بنیادی وجہ وہ مقصد ''جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں، اصلاح خلق اللہ ہے''۔

پس ہر احمدی جو دنیا میں کسی بھی جگہ بسنے والا ہے۔ جب اپنے ملک کے جلسہ سالانہ میں شریک ہوتا ہے یا اب بعض ذرائع اور سہولتوں کی وجہ سے بعض احمدی جن کو اللہ تعالیٰ نے آسانی اور وسائل مہیا فرمائے ہوئے ہیں دوسرے ممالک کے جلسوں میں بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ (یہاں بھی اس وقت بہت سے مختلف ممالک سے بعض احمدی آئے ہوئے ہیں جو جلسہ میں شمولیت کی نیت سے آئے ہیں)۔ ان سب شامل ہونے والوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جلسہ کے انعقاد کا جو مقصد تھا اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اگر یہ مقصد پیش نظر نہیں، اگر جلسہ کے پروگراموں نے ایک احمدی کی روحانی اور اخلاقی حالت میں کوئی بہتری پیدا نہیں کی تو ایسے شامل ہونے والوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کراہت کا اظہار فرمایا ہے۔ اگر تقویٰ میں ترقی نہیں تو 20 ہزار یا 25 ہزار یا 30 ہزار کی حاضری بے مقصد ہے۔ تعداد بڑھنے سے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد تو تب پورا ہوگا جب ہم تقویٰ میں ترقی کریں گے۔

آپؑ فرماتے ہیں: ''تمام مخلصین، داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبولؐ کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 302)

یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم پر ڈالی ہے اور یہ کتنی بڑی توقع ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے کی ہے۔ آپ ﷺ تمام محبتوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہم پر غالب دیکھنا چاہتے ہیں۔ کوئی ایسی محبت نہ ہو جو اس محبت کا مقابلہ کر سکے۔ اللہ اور رسولؐ کی محبت تمہارے دل میں قائم ہونی چاہئے۔ دنیا کی محبت آپؑ ہمارے دلوں سے مٹا دینا چاہتے ہیں لیکن اس کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ دنیا سے لاتعلق ہو جاؤ اور بالکل ہی جنگلوں میں جا کے بیٹھ جاؤ۔ آپ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے تو یہ بھی کفران نعمت ہے۔ اگر کوئی زمیندار ہے اور اپنے کھیت کا حق ادا نہیں کرتا، اپنی زمینداری کا حق ادا نہیں کرتا تو یہ بھی کفران نعمت ہے۔ اگر کوئی تاجر ہے یا کسی کاروبار میں ہے یا ملازم ہے اور ان کاموں کی طرف توجہ نہیں دیتا جو اس کے سپرد ہیں، جن کی اس پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک احمدی کے دل میں سب سے زیادہ محبت خدا کی ہو، اس کے رسولؐ کی ہو۔ دنیا کی یہ نعمتیں ایک احمدی کو دنیادار بنانے والی نہ ہوں، اس کو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے دور لے جانے والی نہ ہوں۔ یہ کاروبار، یہ دنیاوی نعمتیں ایک احمدی کو تقویٰ سے دور ہٹانے والی نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دور لے جانے والی نہ ہوں، عبادتوں کو بھلانے والی نہ ہوں، اعلیٰ اخلاقی قدروں کو ہم سے چھیننے والی نہ ہوں۔ یہ کاروبار اور یہ دنیاوی نعمتیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہیں یہ ہمیں اللہ کی مخلوق کے حقوق غصب کرنے والی نہ بنائیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ اور رسول ﷺ کی محبت کا غلبہ ہمیں اس تعلیم پر چلانے والا ہو جو تعلیم ہمیں قرآن کریم نے دی ہے۔ اس محبت کی وجہ سے ہم اس اُسوہ پر چلنے والے ہوں جو آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا ہے۔ تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرتے ہوئے ہم ان راہوں پر چلنے والے ہوں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے متعین فرمائی ہیں اور جن پر چل کر آنحضرت ﷺ نے ہمیں دکھایا اور جن کا اس زمانے میں اعلیٰ ترین نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم فرمایا اور اپنی جماعت سے اس تقویٰ کے معیار کے حاصل کرنے کی توقع کی ہے۔

پس جلسہ میں شامل ہونے والے ہر احمدی کو اس مقصد کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے جلسہ میں شامل ہونے والے ہر احمدی کے لئے یہ موقع میسر فرمایا ہے تا کہ پاکیزہ ماحول کے زیر اثر زیادہ تیزی سے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ تو حیلہ نکالا ہے، یہ تو ایک ذریعہ ہے، ایک بہانہ ہے کہ تقویٰ میں جلد سے جلد ترقی ہو، تمہارے لئے تربیت کا ایک ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ورنہ صرف یہی نہیں کہ جو جلسہ میں شامل ہوں انہوں نے ہی اپنے معیار اونچے کرنے ہیں۔ ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہوا ہے، اس وقت آپؑ کی بیعت کے مقصد کو پورا کرنے والا ہوگا جب اپنے تقویٰ کے معیار بڑھائے گا۔

جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا سے مفقود ہو گئی تھی اور وہ حقیقی تقویٰ وطہارت جو اس زمانے میں پائے نہیں جاتے تھے دوبارہ اسے قائم کرے''۔

(تقریریں صفحہ 21۔بحوالہ'' مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رو سے'' جلد اول صفحہ 156)

پھر آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''سوائے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو، آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے''۔

(کشتیٔ نوح -روحانی خزائن جلد 19صفحہ15)

پھر ایک جگہ آپؑ نے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے اور توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جماعت'' تقویٰ سے کام لے اور اولیاء بننے کی کوشش کرے''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ279۔مطبوعہ لندن)

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

''خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اسی کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف واحسان تم پر ظاہر کرے''۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے اور خاص طور پر آپ جو اس جلسے میں اپنی روحانیت کی ترقی کے لئے شامل ہو رہے ہیں اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ یہی مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے اور اس نیت سے ہر احمدی کو جلسوں میں شامل ہونا چاہئے۔تقویٰ میں ترقی کے اس موقع سے فائدہ اٹھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ ماحول میسر کرکے مہیا فرمایا ہے۔تقویٰ میں ترقی کرنے کی کوشش کریں کیونکہ جیسا کہ ان چند مختصر اقتباسات میں جو مَیں نے پیش کئے ہم نے دیکھا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں شمار ہی اسے کیا ہے جس میں حقیقی تقویٰ اور طہارت پیدا ہو اور اپنی عملی حالتوں کو درست کرتے ہوئے اولیاء بننے کی کوشش کرے۔اور اولیاء کیا ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرنے والے ہیں۔ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے تر رہتی ہیں۔ان کی راتیں اور دن عبادتوں میں گزرتے ہیں۔دنیاوی کاموں میں، جو ان کو پڑتے ہیں، ان میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ان کے ہر عمل سے خدا کی رضا کی تلاش کی جھلک نظر آتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

(النور:38)

جب دل خدا کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔اس کی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے، کسی کام میں مصروف ہو، مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچے میں رہے گا۔اسی طرح جو لوگ خدا کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا کو فراموش نہیں کرتے''۔

(الحکم جلد8نمبر 21مورخہ 24/ جون1904 ء صفحہ1)

پس اللہ تعالیٰ کی یہ یاد اور اس کا ذکر ہر احمدی کا مطمح نظر ہو، مقصد

ہو۔ جہاں زبان ہر وقت ذکر الٰہی کر رہی ہو وہاں دل کی یہ حالت ہو کہ میں ہر اس عمل کو بجالانے والا بنوں جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ہر اس عمل سے، ہر اس کام سے بچنے والا بنوں جس کے نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ ہر وقت یہ پیش نظر رہے کہ میری ہر حرکت وسکون خدا تعالیٰ کی نظر کے سامنے ہے اس لئے میرے سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنے۔ پس یہ حالت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی حالت کے پیدا کرنے کے لئے سال میں ایک دفعہ چند دن کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسہ کے لئے بلایا ہے۔

پس اے وہ تمام احمدیو! جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ عہد بیعت باندھا ہے کہ اے امام الزمان! جو ایمان ہمارے دلوں سے نکل کر ثریا پر چلا گیا تھا اور جسے تُو دوبارہ پھر اس دنیا پر، اس زمین پر واپس لایا ہے اور وہ قرآنی تعلیم جس نے ہمیں خیر امت بنایا تھا لیکن ہم دنیاداری میں پڑ کر اسے بھلا بیٹھے تھے، جسے تُو نے پھر ہماری زندگیوں کا حصہ بنانے کے لئے ہم میں جاری فرمایا ہے اور خود اس کے پاک نمونے قائم فرمائے ہیں، ہم عہد کرتے ہیں کہ اب یہ ایمان اور یہ تعلیم ہمارے دلوں کا، ہمارے عملوں کا ہمیشہ کے لئے حصہ بنی رہے گی، انشاء اللہ۔ ہم اب اپنی زبانوں کو خدا تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق ذکر الٰہی سے تر رکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا

(الاحزاب:42)

یعنی اے مومنو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ موقع مہیا فرمایا ہے کہ اس بات کی یاددہانی ہو جائے اور ان دنوں میں ذکر الٰہی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے، عبادتوں کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تا کہ تقویٰ کے معیار بڑھیں اور ہم اللہ کا قرب حاصل کرنے والے بنیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ عملی طور پر اپنا لطف واحسان تم پر ظاہر کرے گا۔ پس تقویٰ میں بڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ظاہر ہو گا جس کا ایک ذریعہ حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور یہ حق عبادتوں اور ذکر الٰہی سے حاصل ہو گا۔

اس نکتے کو حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ کی مناسبت سے یوں بیان فرمایا تھا کہ کیونکہ یہ جلسہ شعائر اللہ میں سے ہے اور اس میں شامل ہونے کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانیت میں ترقی کا حصول بتایا ہے جس کا ایک بہت بڑا ذریعہ عبادت و ذکر الٰہی ہے۔ اور ذکر الٰہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور بہت سارے فائدوں میں سے اس کا بہت بڑا اور عظیم فائدہ یہ ہے کہ

اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ

یعنی اگر تم ذکر الٰہی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا ذکر کرے گا۔

پس خوش قسمت ہے وہ شخص جس کا ذکر اس کا آقا، اس کا مالک اس کا پیدا کرنے والا اور مالک حقیقی کرے، اس پر لطف واحسان فرمائے۔ پس ان دنوں میں اس اہم امر کی طرف ہر ایک کو بہت توجہ دینی چاہئے۔ چاہے وہ جلسہ گاہ میں بیٹھ کر جلسہ سننے والے مرد ہیں یا عورتیں ہیں یا مختلف جگہوں پر خدمت پر مامور ڈیوٹی والے مرد ہیں یا لجنہ و ناصرات ہیں۔ کل بھی میں نے کارکنان اور کارکنات کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ذکر الٰہی کی طرف ان دنوں میں خاص توجہ دیں۔ ڈیوٹی دینے والے بھی جب بھی ڈیوٹی دے رہے ہوں ذکر الٰہی کی طرف توجہ رکھیں جس طرح باقی شاملین جلسہ ذکر الٰہی کی طرف توجہ رکھتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر تو ہمارا مقصد ہی پورا نہیں ہوتا۔ پس اس بنیادی بات کو ہر ایک کو پلّے باندھ لینا چاہئے۔ جو کام ہم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ایک نمائندے کے کہنے پر خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں اس میں اگر ہم عبادت اور ذکر الٰہی کو جتنی اہمیت دینی چاہئے وہ نہیں دیں گے تو نہ تو خدا تعالیٰ کے اس نمائندے کے ساتھ سچا تعلق جوڑنے والے بن سکتے ہیں اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ: ’’آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے‘‘۔ یہ ایک ایسا فقرہ ہے کہ اس سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں۔ ہم یہ پڑھتے ہیں، سنتے ہیں، جماعتی

پروگراموں میں کئی دفعہ یہ الفاظ بینرز پر بھی ہم لکھے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن سرسری نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کو دیکھتے ہوئے گزر جاتے ہیں یا تھوڑی دیر کے لئے توجہ پیدا ہوتی ہے تو وہ وقتی ہوتی ہے۔ پس بہت فکر کا مقام ہے، ہر فقرہ اور ہر لفظ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے، ہمیں جھنجھوڑنے والا ہے۔ ہم لاکھ کہتے رہیں، ہم احمدی ہیں لیکن اگر عرش کے خدا نے ہمیں اُس فہرست میں شامل نہیں کیا تو ہمارا احمدی ہونے کا دعویٰ بھی بیکار ہے اور ہمارا ان جلسوں میں آنے کا مقصد بھی فضول ہے۔ پس ان دنوں میں خوب دعائیں کریں، اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑیں، ذکرِ خدا پہ زور دیں اور ظلمت دل مٹاتے جائیں۔ یہاں بہت سی علمی، تربیتی اور روحانی بہتری پیدا کرنے کے لئے تقاریر ہوں گی انہیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ان تقریروں کو سنتے ہوئے یہ عہد کریں اور مدد مانگیں کہ اے خدا ہم نیک نیت ہو کر تیرے مسیح کے بلانے پر دلوں کی اصلاح کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ لیکن یہ اصلاح ہم اپنے زور بازو سے نہیں کر سکتے، تیری مدد کی ضرورت ہے۔ اگر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کی دعا سنتے ہوئے تو نے ہماری مدد نہ کی تو ہم تیری عبادت کے معیار حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اے میرے پیارے خدا تجھ کو تیرا ہی واسطہ کہ ہمیں ضائع ہونے سے بچا۔ جس نیک مقصد کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اس سے وافر حصہ ہمیں عطا فرما کہ تیرے فضل کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں۔ ہمارے دلوں کو اتنا پاک اور صاف کر دے کہ جو کچھ ہم سنیں اس سے صرف علمی اور ادبی حظ اور لطف نہ اٹھائیں بلکہ اُن تربیتی اور روحانی معیاروں کو اونچا کرنے والی باتوں کو ہم اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے والے ہوں، ان پر عمل کرنے والے ہوں، ان کو اپنی نسلوں میں جاری کرنے والے ہوں۔ پس جب ہم نیک نیت ہو کر جلسے کے پروگراموں سے فیض اٹھانے کی کوشش کریں گے، دعائیں کرتے ہوئے تمام نیک باتوں کو اپنی زندگیوں پر لاگو کرنے کی کوشش کریں گے تو تبھی ہم اپنی زندگیوں میں انقلاب لانے والے بن سکیں گے۔ اس انقلاب سے حصہ لینے والے بن سکیں گے جس انقلاب کے لانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے اور پھر دنیا میں بھی انقلاب لانے والے بنیں گے انشاء اللہ۔

پس اس انقلاب کے لئے بنیادی اور سب سے اہم چیز دعا اور ذکر الٰہی ہے جب یہ عادت ہم اپنے اندر پیدا کر لیں گے اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے پیدا کر لیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق ہم مزید احکامات پر بھی عمل کریں گے۔ حقوق العباد ادا کرنے والے بھی بن جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسے کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جمع ہونے سے آپس میں تودّد و تعارف بڑھے گا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے والے بنیں گے تو تودّد و تعارف کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ آپس کی محبت اس تعارف سے پیدا ہو۔ تو جب نئے تعلقات کو فروغ دیا جائے گا اور ایک دوسرے سے محبت بڑھانے کے سامان کئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے پرانے تعلقات میں پہلے سے بڑھ کر بہتری پیدا کرنے کی کوشش ہوگی۔ اگر کسی وجہ سے کوئی رنجشیں پیدا ہو چکی ہیں تو انہیں دُور کرنے کی کوشش ہوگی، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے نہ صرف فضول گوئی اور بدکلامی سے بچے رہیں گے بلکہ پیار اور محبت پیدا کر رہے ہوں گے۔ نہ صرف لڑائی جھگڑوں سے بچ رہے ہوں گے بلکہ پرانے لڑائی جھگڑوں پر ایک دوسرے سے معذرتیں اور معافیاں مانگ رہے ہوں گے۔ ذاتی اناؤں کے جال سے نکل رہے ہوں گے۔ کئی شکایات یہاں سے مجھے آتی ہیں، ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو جاتے ہیں، جماعت کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور بعض کو پھر مجبوراً دکھی دل کے ساتھ سزا بھی دینی پڑتی ہے کیونکہ نظام جماعت کا تقدس تمام رشتوں سے زیادہ ہے، ہر رشتے سے بالا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حقیقی تعلق ہے تو اپنی حرکتوں پر پشیمان ہوتے ہوئے آپس میں پیدا ہوئی ہوئی دراڑوں کو نہ صرف اس محبت کی وجہ سے جوڑنے والے ہوں گے بلکہ محبت کے تعلقات پیدا کریں گے۔ آنحضرت ﷺ کے حکم پر عمل کرنے والے بنیں گے کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کو اس کی زبان اور ہاتھ سے کبھی تکلیف نہیں پہنچتی، نہ پہنچنی چاہئے۔

پھر ان دنوں میں جبکہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جمع ہوتے ہیں، اس کے آگے جھکتے ہوئے اس سے دعائیں مانگ رہے ہیں، کامل ایمان کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں، کامل فرمانبرداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کے بتائے ہوئے طریق پر چل رہے ہیں تو پھر یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بھی موقع پر نظام جماعت کی فرمانبرداری سے باہر ہوں۔ ایک طرف تو یہ کوشش ہو کہ ہم آسمان پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں لکھے جائیں اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفاء کے قائم کردہ نظام جماعت کی اطاعت سے باہر جا رہے ہوں۔ پس یہ دوعملیاں نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے کبھی نہیں دکھا سکتے اور نہ کبھی دکھاتے ہیں۔ ان دنوں میں دلوں کے اس میل کو بھی دعاؤں کے ذریعہ سے، اصلاح کے ذریعہ سے دھونے کا موقع ملتا ہے۔ اگر اصلاح کی غرض سے اس جلسے میں شامل ہوئے ہیں اور کوئی میلہ سمجھ کر شامل نہیں ہوئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ جلسہ کوئی میلہ نہیں ہے، تو یقیناً پھر دلوں کے میل بھی دھوئیں گے۔ بعض دفعہ روزمرہ کی زندگی میں بھی اور جلسہ کے دنوں میں بھی ایک عام احمدی کی رنجشیں اور جھگڑے عہدیداران سے بھی ہو جاتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں اگر یہ ذہن میں ہو کہ اس جلسے کا مقصد کیا ہے تو ہر ایک احمدی اپنے پرانے جھگڑے بھی ختم کرنے کی کوشش کرے گا اور اگر یہاں کوئی تلخی کی صورت پیدا ہوئی ہے تو اسے بھی دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ عہدیداران اور جلسے کے دنوں میں ڈیوٹی دینے والے بھی اس بات کا خیال رکھیں۔ کل بھی مَیں نے یہی کہا تھا کہ اخلاق کے اعلیٰ معیار سب سے زیادہ ڈیوٹی دینے والوں سے ظاہر ہونے چاہئیں کہ بحیثیت کارکن اور عہدیداران کی زیادہ ذمہ داری ہے۔ اس لئے ان میں برداشت کا پہلو بھی زیادہ ہونا چاہئے یا برداشت پیدا کرنے کی ان کو زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ ان میں عفو اور درگزر کا پہلو بھی زیاہ ہونا چاہئے اور انہیں دوسروں کے لئے نمونہ بننے کے لئے اپنی عبادتوں اور دوسرے اخلاق کے معیار اونچا کرنے کی بھی دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔

پس اگر عہدیدار اپنے آپ کو عہدیدار کی بجائے خادم سمجھیں اور افراد جماعت اپنے عہدیداران کو نظام جماعت چلانے کے لئے خلیفہ وقت کے مقرر کردہ کارکن سمجھیں تو یہ تعلقات ہمیشہ محبت اور پیار کے تعلق کی صورت میں رہیں گے جو پھر خلیفہ وقت کے تابع ہو کر دنیا کو امن اور سلامتی کا حقیقی پیغام دینے والے ہوں گے، دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے والے ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو پورا کرنے والے ہوں گے۔ ان راہوں پر چلنے والے ہوں گے جن راہوں پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں چلانا چاہتے ہیں۔ ان معیاروں کو حاصل کرنے والے ہوں گے جن معیاروں کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

’’اے سعادت مند لوگو!‘‘ آپ میں سعادت تھی تو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، زمانے کے امام کو قبول کیا۔ اب سعادت کا پہلا قدم تو تم نے اٹھالیا، آگے آپؑ فرماتے ہیں ’’اے سعادت مند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے‘‘ ایک قدم سعادت کا تو تم نے اٹھالیا، نیک فطرت تھی قبول کرلیا، اب اپنے آپ پر اس تعلیم کو بھی لاگو کرو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی ہے۔ فرماتے ہیں ’’تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو نہ آسمان میں سے، نہ زمین میں سے۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا‘‘۔ دنیاوی کام ہیں ان سے تمہیں منع نہیں کرتا۔ ذریعے ہیں ان سے تمہیں منع نہیں کرتا، توکل اگر اللہ تعالیٰ پر کرنا ہے تو اس کے لئے حکم ہے کہ اونٹ کا گھٹنا باندھو۔ ’’لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں، سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امّارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بھی بنی نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہوسکتا ہے اگر تم اس چندروزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے، کیونکہ انسان کمزور ہے۔ ہر ایک بدی جو دُور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دُور ہوتی ہے‘‘۔ اپنی طاقت سے کوئی بدی

دُور نہیں کرسکتے اس لئے دعائیں مانگو'' اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ، بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تماری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63 مطبوعہ لندن)

یہ ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ معیار جس کی طرف آپؑ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ یہ بڑا اچھا موقع اللہ تعالیٰ نے میسر فرمایا ہے اگر ان دنوں میں ہر ایک خود اپنا محاسبہ کرے تو اپنی تصویر خود سامنے آجائے گی۔ اگر نیک نیتی سے اپنا محاسبہ کر رہے ہوں گے تو ان نفسانی کینوں اور غصوں کا حال خود معلوم ہو جائے گا۔ ''تکبر سے بچو''۔ فرمایا یہ تکبر ہی ہے جو نافرمان بناتا ہے۔ تکبر ہی ہے جس نے انبیاء کا انکار کروایا اور یہ تکبر ہی ہے جو نظام جماعت یا عہدیداران کے خلاف دوسرے کو بھڑکاتا ہے اور یہ تکبر ہی ہے جو آپس میں بھی ایک دوسرے سے لڑاتا ہے۔ پھر حقیقی ہمدردی اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے پیدا کرو تبھی تمہاری باتوں کا اثر ہوگا، تبھی تمہاری تبلیغ مؤثر ہوگی۔ کئی لوگ ہمارے جلسوں میں شامل ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی آتے تھے، قادیان کا ماحول دیکھتے تھے اور اس ماحول کا ہی اثر ان پر ہوتا تھا۔ ان لوگوں کے اخلاق کا اثر بھی ان لوگوں پر ہوتا تھا جو احمدی ہو جاتے تھے۔ اب بھی دنیا کے مختلف ممالک میں جب جماعت کے جلسے ہوتے ہیں اور لوگ آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک اثر لے کر جاتے ہیں اور بعض ان میں سے پھر بیعت کر کے جماعت میں بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ تو ہر ایک کو یہ یاد رکھنا چاہئے اور ہر ایک کو یہ بات اپنے پیش نظر رکھنی چاہئے کہ ہر احمدی کے چہرہ کے پیچھے آج احمدیت کا چہرہ ہے۔ پس ہمیشہ یاد رکھو تمہارے قول اور عمل میں تضاد نہ ہو تبھی تمہاری دعوت الی اللہ میں برکت پڑے گی۔ جماعت کی نیک نامی کا باعث بھی تم تبھی بنو گے جب ہمیشہ سچائی پر قائم ہو گے۔ کسی کی برائی نہ چاہو۔ ذاتی منفعت اور فائدہ تمہیں کسی سے برائی پر مجبور نہ کرے۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ تمہارے ہر عمل کو خدا دیکھ رہا ہے۔ ہر وقت دل میں خدا کا خوف ہو اور اس کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اس کے آگے جھکو اور اپنی عبادتوں کے معیار قائم کرو اور ہمیشہ یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت تمہیں تبھی فائدہ دے گی جب ہر حالت میں تم دین کو دنیا پر مقدم رکھو گے۔ صرف دعوے اور نعرے کبھی کام نہیں آئیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی جماعت کے اعلیٰ معیار دیکھنے کی کس قدر تڑپ تھی اور کس درد سے آپ نے جماعت کے لئے دعائیں کی ہیں اس کا ایک نمونہ میں آپ کو دکھاتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں ''دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا۔ اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں مَیں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادے میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خداترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو''۔

(اشتہار التوائے جلسہ 27/ دسمبر 1893ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 446)

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام نیک تمناؤں اور دعاؤں کو ہمارے حق میں پورا فرمائے۔ ہم میں کبھی کوئی بھی ایسا نہ ہو جائے جو اپنی بدبختی اور بدقسمتی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے کاٹا جائے۔ اے اللہ! تُو ہم پر ہمیشہ اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر پھیلائے رکھ اور ہمیں ہمیشہ اپنے محبوب اور خاتم الانبیاءؐ کے عاشق صادق کی جماعت سے جوڑے رکھ اور ہمیں اور ہماری نسلوں کو ان فضلوں اور انعاموں کا وارث بنا جن کا تُو نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

****

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحیثیت قاضی اور پُر امن معاہد

حسنٰی مقبول احمد

622 عیسوی میں اسلامی تاریخ کا ایک نہایت اہم واقعہ پیش آیا۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفٰےﷺ کفارِ مکہ کے مظالم سے تنگ آکر باذنِ الٰہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لاتے ہیں۔ مدینہ کی آبادی کی تقسیم اس وقت کچھ یوں تھی:

- ایک تو بُت پرست تھے جو قبائل اوس اور خزرج سے تعلق رکھتے تھے،
- دوسرے یہود کے تین قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے جو مدینہ میں علم، اثر ورسوخ اور دولت میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔
- تیسرے اسلام کے نفوذ سے جو ہجرت سے قبل ہی شروع ہو چکا تھا اب مدینہ میں مسلمان بھی موجود تھے۔ مؤاخات کے بندھن کی وجہ سے مدینہ کے مقامی مسلمان انصار کے نام سے موسوم ہوئے اور ہجرت کر کے آنے والے مسلمان مہاجرین کہلائے۔ انصار کا تعلق اوس وخزرج کے قبائل سے تھا۔
- ان تین طبقوں کے علاوہ مدینہ میں ایک چوتھے گروہ نے سر اُٹھانا شروع کر دیا اور وہ تھا منافقین کا گروہ جو بظاہر تو مسلمان تھے لیکن کفار کے ساتھ ملے ہوئے تھے یعنی اسلام کے دشمن تھے۔

آنحضرتﷺ نے اپنی خاص خداداد فراست سے یہ جان لیا تھا کہ اب اسلام کی بقاء اور تحفظ کا ضامن مدینہ ہی ہے۔ مدینہ میں اس وقت کوئی مذہبی یا سیاسی فرقہ بندی یا تعصب نہ تھا بلکہ مختلف قبائل آباد تھے اور وہ اپنے باہمی معاملات اپنے اپنے سرداروں کی سرکردگی میں نپٹاتے تھے۔ اس مختلف الاقوام معاشرہ میں، ان حالات کے پیشِ نظر بانیِ اسلام کو سب سے پہلے یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ مدینہ میں اسلام جو کہ بہت کمزوری اور ضعف کی حالت میں تھا کا مستقبل محفوظ کیا جائے۔

خدائی تائید سے بہت جلد اوس اور خزرج کے پورے کے پورے قبیلے مسلمان ہو گئے یعنی بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن منافقین اور یہود جو بہت بااثر تھے اور آزاد تھے، اپنے گھمنڈ اور مذہبی اختلافات کی بناء پر اسلام کیلئے پریشانی کا باعث ہو سکتے تھے چنانچہ آپ نے بہت حکمت سے مدینہ کی مختلف اقوام کے سامنے ہجرت کے پہلے سال ایک پُر امن بین الاقوامی معاہدہ پیش فرمایا جو میثاقِ مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ اِس معاہدہ میں چونکہ آیندہ شہر کے امن اور بہبود کی ضمانت تھی اس لئے سب نے اس کو قبول کیا اور ان سب کی باہمی رائے سے اس نظام کے سربراہ آنحضرتﷺ قرار پائے۔ یہ پہلا معاہدہ تھا جو ایک انتظامی حاکم یا قاضی کی حیثیت سے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰےﷺ اور اقوام مدینہ کے درمیان قرار پایا۔ اس معاہدہ کے مطابق مدینہ کے سارے قبائل اس بات کے پابند تھے کہ

☆ وہ آپس میں ہمدردی اور اخلاق سے رہیں گے،
☆ ہر قوم کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ہر قسم کے اختلاف کا فیصلہ بانی اسلامﷺ کی سربراہی میں متعلقہ افراد کی مذہبی شریعت کی روشنی میں کیا جائے گا،
☆ اور مدینہ کے ہر قبیلہ کے دوست و دشمن پورے اہلِ مدینہ کیلئے یکساں سمجھے جائیں گے۔

آپؐ نے اس معاہدے کا اس قدر لحاظ رکھا کہ اگر کفار جیسے معاندینِ اسلام میں سے بھی جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیتے تھے ان کی حفاظت اور حقوق کا بھی آپ کو خاص خیال ہوتا تھا۔ اسی پاسداری کی آپ دوسروں کو بھی تلقین فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رائحة الجنة

(بخاری کتاب الجهاد)

یعنی جو مسلمان کسی معاہد کافر کو قتل کرے گا اُسے جنت کی ہوا تک نہیں پہنچے گی۔

اور پھر فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی معاہد کافر کے ساتھ زیادتی کرے گا تو میں اس کی طرف سے ہوکر اس مسلمان کے خلاف کارروائی کروں گا۔اس معاہدے سے فخرِ دوعالم ﷺ کی دانشمندی اور حکیمانہ بصیرت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے جبھی تو اتنے بااثر اور مستحکم قبائل نے اپنے وطن سے ہجرت کر کے آنے والے ایک اُمّی شخص کے ہاتھ پر اکٹھا ہونا قبول کرلیا۔

واقعات بتاتے ہیں کہ جب تک مدینہ کی اقوام اس معاہدے پر خلوص سے قائم رہیں مدینہ میں ایسا امن وسکون نظر آتا تھا جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔لیکن قوموں کی تباہی اسی وقت آتی ہے جب وہ خدا کے مرسلین کی نافرمانی اور مخالفت میں اندھے ہوکر سرکشی کرنے لگ جاتے ہیں۔ابھی اس معاہدے کو سال بھی نہ گزرا تھا کہ مدینہ کی محفلوں میں پھر سے بدامنی کی باتیں ہونے لگیں۔اتنے پرحکمت اور پرامن معاہدے کے ہوتے ہوئے جو مساوات کی شرائط کے تحت ترتیب دیا گیا تھا،اتنی جلدی اس معاہدے سے بغاوت کی فضا کیسے پیدا ہوگئی؟اس کا جواب یہ ہے کہ شروع شروع میں جس تیزی سے اوس و خزرج کے قبائل نے اسلام قبول کیا اور رسول اکرمؐ کی اطاعت میں آگئے وہ بہت اثرانگیز ثابت ہوا اور اس کے علاوہ پہلے نوشتوں میں یہ خبر بھی موجود تھی کہ ایک رسول مبعوث ہونے والا ہے اور سب نے سوچا ممکن ہے محمدؐ ہی وہ نبی ہوں، اس معاہدے کے تحت یہ بھی ممکن تھا کہ قبائل کی آپس کی خون آشام جنگیں جو کئی سالوں پر محیط تھیں ان کا بھی خاتمہ ہوجائے گا اور مزید یہ کہ ہر قبیلہ کی اپنی اپنی آزادی بھی برقرار رہے گی۔لیکن بعد میں جس طرح تیزی سے اسلام کی خوبصورت تعلیم نے اہلِ مدینہ کو گرویدہ بنانا شروع کیا تو قبائل کے بعض منافق سرداروں کو یہ احساس ہوا کہ ہمارا رعب اور دبدبہ پہلے جیسا نہیں رہا وہ اندر ہی اندر یہ سوچ کر حسد کی آگ میں جلتے رہے اور معاہدے کی خلاف ورزیاں شروع کردیں۔

اس معاہدے میں پہلی دراڑ اس وقت پڑی جب یہود کے قبیلہ بنو قینقاع نے 2 ہجری میں منافقین کے ساتھ مل کر اوس وخزرج کے قبائل کو پرانی لڑائیاں یاد کروا کر پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی اس وقت آنحضور ﷺ نے عفو سے کام لیا، سمجھا بجھا کر معاملہ ٹھنڈا کیا اور اہلِ مدینہ کیلئے سایہء رحمت بنے رہے۔لیکن بنوقینقاع کو یہ امن اور چین راس نہ آیا اور ان کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی سازشیں ہوتی رہیں۔ان کے جواب میں آنحضرتؐ مسلمانوں کی ایک جمعیت لے کر بنوقینقاع کے قلعے کی طرف روانہ ہوئے۔اس وقت یہود میں جنگ کرنے کا طریق یہ تھا کہ وہ اپنے قلعوں میں محصور ہوکر بیٹھ جاتے تھے اور وہیں سے دشمن سے مقابلہ کرتے تھے۔کچھ دن تک مسلمانوں اور بنوقینقاع کے مابین یہ جنگ جاری رہی لیکن محاصرہ سے تنگ آکر وہ اس شرط پر قلعے کے دروازے کھولنے یعنی اپنی شکست ماننے پر راضی ہوئے کہ محمد ﷺ انہیں امن سے مدینہ سے جانے دیں گے۔اب دیکھئے کہ آنحضرت ﷺ نے بحیثیت سربراہِ ریاست ان باغیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔گو موسوی شریعت کی رُو سے یہ قبیلہ غداری کی وجہ سے واجب القتل تھا لیکن آپ نے نہ صرف ان کی جان بخشی کی بلکہ ان کی اہل وعیال سمیت امن سے مدینہ سے جانے کی درخواست کو منظور فرمایا۔اور اس طرح سے یہود کا سرکش قبیلہ اور یہ مارِ آستین خود ہی پرامن ماحول سے نکل کر جلاوطنی کی سزا پا گیا۔روایات ملتی ہیں کہ گو آنحضرتؐ نے اس قبیلہ کو معاف فرمادیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس غداری کی سزا دی اور ان میں ایسی مہلک بیماری پڑی کہ پورے کا پورا قبیلہ صفحہء ہستی سے ہی مٹ گیا۔

اب یہود کے دو قبائل بنونضیر اور بنوقریظہ مدینہ میں آباد تھے۔دریں اثناء منافقین نے کفار کے ساتھ مل کر اسلام اور بانی اسلام کیلئے جو مشکلات کھڑی کیں وہ ایک الگ حقیقت ہے لیکن یہ بھی ایک مُسلّمہ امر ہے کہ جب بھی دشمنوں کی مخالفت نے زور پکڑا خدا نے اس صادق وامین رسولؐ کو پہلے سے بڑھ کر فتوحات عطا فرمائیں۔بہر حال ذکر تھا یہود کے ساتھ معاہدے کا۔بجائے اس کے کہ بنوقینقاع کی جلاوطنی سے باقی قبائل سبق سیکھتے اور امن برقرار رکھنے میں مدد دیتے وہ بدنصیب شرارتوں میں بڑھتے گئے اور کھلم کھلا کفار مکہ کے ساتھ مل کر معاہدے کی مخالفت کرنے لگے اور نبی اکرم ﷺ کے قتل کی ناپاک سازش کو عملی جامہ پہنانے کے منصوبے بننے لگے۔اسی ضمن میں کعب بن اشرف کا ذکر آتا ہے جو مدینہ کے تمام یہود قبائل کا سردار تھا۔اس نے معاہدہ کی پرواہ کئے بغیر مکہ جاکر قریش کو خانہ کعبہ کے پردے ہاتھ میں دے دے کر عہد لیا کہ

جب تک محمدؐ اور اسلام کو ملیا میٹ نہیں کر دیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ قریش تو پہلے ہی مسلمانوں کے مکہ سے بچ کر نکل جانے اور پھر غزوہ بدر کی ناکامی کی آگ میں جَل بُھن رہے تھے۔ وہ فوراً اس ناپاک مہم میں دل و جان سے شامل ہو گئے۔ نہ صرف یہ بلکہ کعب نے عرب کے دوسرے قبائل میں جا جا کر ان میں بھی اسلام دشمنی کے جذبات پیدا کر دیئے۔ مختصراً یہ کہ وقتاً فوقتاً ان کی طرف سے غداری کے واقعات ہوتے رہے اور رسولؐ اللہ کا عفو و انصاف ایک بہتے ہوئے صاف دریا کی طرح جاری رہا۔

ان پریشان کن حالات میں بھی آنحضرت ﷺ نے بحیثیت ایک منصف قاضی اپنے فرائض پوری تندہی سے انجام دیئے۔ انہی دنوں ایک خون بہا کی وصولی کے سلسلے میں آنحضور ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بنونضیر کی آبادی میں پہنچے۔ وہ بظاہر بہت بشاشت سے پیش آئے اور ظاہر یہ کیا کہ آپ بیٹھیں ہم روپے کا انتظام کرتے ہیں۔ لیکن سازش کر کے انہوں نے ایک شخص کو اس مکان کی چھت پر ایک بھاری پتھر دے کر بھیجا جس کی دیوار کے ساتھ سہارا لے کر آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے۔ ان کی سازش تھی کہ ایک بھاری پتھر اوپر سے گرا کر بانی اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لیکن آپؐ کو خدا نے بذریعہ وحی اطلاع فرمائی اور آپ کسی سے کوئی بات کہے بغیر فوراً وہاں سے اکیلے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ صحابہؓ جو ساتھ تھے وہ بھی متعجب ہوئے لیکن بعد میں آپؐ نے انہیں بنو نضیر کے اس خطرناک ارادے کی اطلاع دی۔ اس کے بعد آپ نے بنونضیر کیطرف ایک صحابی کو یہ کہہ کر بھیجا کہ ان کی طرف سے معاہدہ کی بار بار غداری کی وجہ سے وہ قابلِ اعتبار نہیں رہے اور محمد ﷺ تجدیدِ معاہدہ چاہتے ہیں بصورتِ دیگر ان کو دس دن دیئے جاتے ہیں کہ وہ پُرامن طریق پر مدینہ سے چلے جائیں۔ جواباً وہ بہت تکبر سے پیش آئے اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ باہمی کشت و خون کو روکنے کے لئے ہی آپؐ نے میثاقِ مدینہ پیش کیا تھا لیکن مجبوراً آپؐ کو اسلام کے دفاع کے لئے ان کے خلاف تلوار اٹھانا پڑی۔ اس کے نتیجے میں غزوہ بنونضیر پیش آیا اور انہوں نے بھی چند دن کے جنگی محاصرے کے بعد اپنی شکست قبول کر لی اور بنوقینقاع کی طرح اپنی جان بخشی کے بدلے جلاوطن ہونے کی درخواست کی جو رحمتِ دو عالم ﷺ نے ان کی اس قدر آزاردہی کے باوجود قبول فرمائی۔ اور وہ بڑے کرّ و فر کے ساتھ گاتے بجاتے ہوئے اپنے خاندان و ساز و سامان کے ساتھ مدینہ سے رخصت ہوئے اور خیبر جا بسے۔ یہود کا تیسرا قبیلہ بنوقریظہ جو بظاہر ابھی تک میثاقِ مدینہ کا پابند تھا غزوہ بنونضیر میں اسلام کے خلاف بنونضیر کی معاونت کر کے بدعہدی کا مرتکب ہو چکا تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں بھی معاف فرمایا اور کوئی تعزیری کارروائی نہ کی۔

بنونضیر خیبر جا کر جلد ہی اس رحیم و کریم حاکم کے محسنانہ سلوک کو تو بھول گئے مگر اسلام سے اپنی دلی عداوت اور جلاوطنی کی کسک کو نہ بھلا سکے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد خیبر سے نکل کر حجاز اور نجد کے قبائل کا دورہ کیا اور قریش کے رؤسا کو اپنے ساتھ ملایا۔ خیبر کے یہود کے سردار کا کہنا تھا کہ اسلام کو ختم کرنے کی اب تک جتنی بھی سازشیں کی گئیں ہیں وہ ناقص تھیں لہٰذا اب ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ جس میں کامیابی یقینی ہو۔ اسی بھیانک سازش کے نتیجہ میں غزوہ احزاب پیش آیا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ رسول پاکؐ پر بہت سے مشکل وقت آئے لیکن جنگِ احزاب کے موقعہ پر آپؐ کی پریشانی اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔ اگر دشمن جس کے عزائم شدید حد تک خطرناک تھے، کوکسی طرح سے مدینہ میں داخل ہونے کا موقعہ مل جاتا تو ایک بھی مسلمان زندہ نہ رہتا اور کسی مسلمان عورت کی عزت بھی دشمن کے ہاتھوں محفوظ نہ رہتی۔ دشمن جو مدینہ کے باہر ڈیرے ڈالے بیٹھا تھا اس کی تعداد بعض روایات کے مطابق چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے جبکہ مسلمان قلیل التعداد تھے اور ان میں سے بھی زیادہ تر دن بھر کام کر کے روزی کمانے والے تھے۔ وہ سب رسول پاکؐ کے ساتھ سارا سارا دن خندق کی کھدائی میں مصروف رہتے اور کمانے کا موقعہ نہ ملتا جس کی وجہ سے کئی کئی دن کے فاقے ہو جاتے۔ اس عظیم الشان صبر کے انعام میں، اپنے متوالوں کے حوصلے بڑھانے کیلئے مشقت کی انہی گھڑیوں میں اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے محبوبؐ کو روحانی نظاروں کی شکل میں شام، فارس اور یمن جیسی عظیم سلطنتوں کی فتوحات کی نوید بھی عطا فرمائی۔

قبیلہ بنوقریظہ بھی اس موقعے پر آستین کا سانپ ثابت ہؤا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسلام کے غداروں اور جلاوطنوں کو پناہ دی، اور معلومات فراہم کیں بلکہ اُن کا ایک جاسوس شر انگیزی کے لئے شہر کے اس حصے میں چلا گیا جہاں مسلمان عورتوں اور بچوں کو حفاظت کی غرض سے رکھا ہوا تھا۔ مسلمان تعداد

میں اس قدر کم تھے کہ اس حصہ کی حفاظت کے لئے صرف ایک صحابی موجود تھے جو جنگ میں شامل ہونے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔اس یہودی کا جو بری نیت سے اس حصہ کی طرف آیا تھا، ایک صحابیہ، جو آنحضرت ﷺ کی پھوپھی تھیں نے خود مقابلہ کیا اور اس کا سر قلم کر کے قلعے کے اس طرف گرا دیا جہاں باقی بنو قریظہ شر انگیزی کی نیت سے بیٹھے تھے۔اس بات کو انہوں نے برا شگون سمجھا اور مسلمان خواتین اور بچوں پر مزید حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

جب جنگ احزاب شروع ہوئی تو دشمن مختلف گروہوں میں بٹ کر مدینہ کی کئی اطراف سے یک دم حملہ آور ہو جاتے۔مسلمان کبھی بھاگ کر ایک طرف دفاع کرتے تو اتنے میں دشمن دوسری طرف سے حملہ آور ہو جاتا اور انہیں دم لینے کا موقعہ بھی نہ ملتا۔اس موقعہ پر ہمارے محسن آقا کی معاہدے کی پاسداری اور اس فخرِ نوعِ انسان کا انسانیت سے بھرپور ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔اس جنگ کی انہی انفرادی جھڑپوں کے دوران جو کئی دن تک جاری رہی مسلمانوں کی طرف سے حضرت علیؓ اور قریش کی طرف سے عمرو بن عبدود کے مابین لڑائی ہوئی۔عمرو ایک بہت پھرتیلا شمشیر زن تھا اور ایک ہزار سپاہی کے برابر سمجھا جاتا تھا۔آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان کے مقابلہ پر بھیجتے ہوئے دُعا کرنے کے بعد اپنی تلوار عنایت فرمائی۔اس لڑائی میں عمرو ہلاک ہو گیا۔قریش کا ایک سردار مارا گیا قریش کی طرف سے 10 ہزار درہم کے بدلے میں اس کی لاش کی واپسی کا مطالبہ ہوا لیکن آپؐ نے عسرت اور فاقوں کے اس عالم میں بھی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور لاش بلا معاوضہ دشمن کے حوالے کر دی۔اس جنگ کا فیصلہ انتہائی معجزانہ طور پر مسلمانوں کے حق میں ہوا اور دشمن جو خدا کے رسولؐ کو ختم کرنے کی نیت سے آیا تھا ایک ذلت آمیز شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔اس جنگ کے خاتمے پر بنو قریظہ نے مزید غداری دکھائی اور جب آنحضرت ﷺ نے انہیں معاہدے کی پاسداری اور اس کے صلے میں خدائی اجر کی یاددہانی کروائی تو وہ آپؐ کی باتوں کا مذاق اڑا کر ہنسنے لگے اور بنو نضیر کے جلاوطن غدار رئیس کو اپنے قلعے میں پناہ دی۔

غزوہ احزاب کے دوران اور بعض اور مشکل وقتوں میں بھی بعض اوقات صحابہؓ بدترین دشمن سے آنحضرت ﷺ کے بے مثل عفو و درگزر کے سلوک پر بے صبر ہو جاتے اور آپؐ سے برابر کا بدلہ لینے کی اجازت طلب کرتے۔وہ آپ ﷺ کو یہاں تک احساس دلاتے کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کو یہ معلوم اور یقین نہیں ہے کہ آپ خدا کے سچے نبی ہیں، اسلام سچا ہے اور خدا اسے کبھی تباہ و برباد نہیں ہونے دے گا پھر آپ اس کے دشمن کو سزا دینے میں اس قدر تامل سے کیوں کام لیتے ہیں۔اس پر آپ کا یہی جواب ہوتا کہ جس خدا نے مجھے نبی بنایا ہے اسی خدا نے مجھے ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

جب آنحضرت ﷺ جنگِ خندق کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے تو خدا نے بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دی کہ بلا توقف بنو قریظہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔بنو قریظہ نے اپنی غداری پہ ندامت کی بجائے مسلمانوں سے جنگ کا اعلان کر دیا۔حسبِ روایت بنو قریظہ اس جنگ کے لئے اپنے قلعوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے اور لڑائی جاری رہی۔بیس دن کے محاصرے کے بعد انہوں نے اپنی شکست اس شرط پر تسلیم کی کہ ان کے بارے میں محمدؐ کے بجائے قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذ حَکم ہونگے۔یہود سمجھتے تھے کہ قبیلہ اوس چونکہ ان کا حلیف ہے اس لئے ان سے رعایت برتے گا۔لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا اور سعد بن معاذ کے فیصلے کے مطابق جو انہوں نے موسوی شریعت کی روشنی میں کیا، تمام جنگجو یہود جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے واجب القتل قرار دیئے گئے۔جس پر حسبِ عہد عمل کیا گیا۔اللہ تعالیٰ کی اس میں حکمت دیکھیں کہ یہود نے آنحضورؐ کے ہوتے ہوئے اس ڈر سے کہ کہیں وہ ہمارے خلاف فیصلہ نہ دے دیں اپنا حَکم کسی اور کو بنایا اور سعد بن معاذ سربراہِ ریاست یعنی رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں پہلے تو حَکَم بننے کو تیار نہ ہوتے تھے اور اس شرط پر تیار ہوئے کہ پھر وہ جو بھی فیصلہ کریں گے اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہوگا اور انہوں نے خصوصاً رسول کریم ﷺ سے اس بات کا عہد لیا۔اس موقعہ پر آنحضور ﷺ بحیثیت ایک انتظامی حاکم محض اس قدر رعایت کر سکتے تھے کہ جس کی جان بخشی کی ان کے سامنے سفارش کی گئی اسے آپ نے قبول فرمایا بچوں، عورتوں اور امن پسند یہودیوں کو معاف کر دیا گیا جن میں سے اکثر بعد میں مسلمان ہو گئے۔

غزوہ بنو قریظہ کے بعد اب مدینہ میں مکمل طور پر مسلمانوں کی آبادی تھی۔رسول پاک ﷺ جو اب تک ایک بین الاقوام قاضی کی حیثیت میں تھے اسلامی حکومت کے سربراہ قرار پائے۔اور وہ آفتاب جو 622 میں وداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہوا تھا آج پوری آب و تاب کے ساتھ مدینہ کی فضاؤں کو

منور کر رہا تھا۔

اب ایک اور معاہدے کا ذکر ہے۔ 6 ہجری کا سال امن کے لحاظ سے نہایت اہم سال ہے۔ اس سال صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ یہ بھی ایک معاہدہ تھا جو رسول پاکؐ نے قریش مکہ کے ساتھ امن کی خاطر قبول فرمایا۔

اس سال آنحضورؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں حالانکہ وہ حج کے ایام نہ تھے چنانچہ آپ نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کا قصد فرمایا اور مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا لیکن آپ کے بہترین نظامِ خبر رسانی کے ذریعے آپ کو جلد ہی یہ اطلاع مل گئی کہ قریش کسی صورت میں آپؐ اور آپ کے صحابہ کو عمرہ نہیں کرنے دیں گے۔ اس کے بعد فریقین میں سفیروں کا تبادلہ ہوا لیکن قریش نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ حضرت عثمانؓ قریش سے گفت وشنید کے لئے سفیر کی حیثیت سے مکہ میں تھے جب وہ واپس نہ آئے اور ان کے متعلق یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے اس وقت مسلمانوں میں اس قدر جوش بھر گیا اور آپؐ نے مسلمانوں سے جو آپ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے آئے تھے اپنے ہاتھ پر یہ عہد لیا جو بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے کہ گو ہم مکہ میں کسی اور نیت سے داخل ہونا چاہتے تھے لیکن اب مکہ پر چڑھائی ناگزیر ہے کیونکہ سفیروں کی عزت وتحفظ ہر قوم پر فرض ہے۔ اور اس ظلم کا بدلہ لینے کے لئے ہم بے جگری سے لڑیں گے۔ اس وقت تمام مسلمانوں نے جو تقریباً چودہ سو تھے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کا سرفروشانہ جوش دیکھ کر قریش بہت مرعوب ہوئے اور انہیں یہ یقین ہوگیا کہ آنحضرتﷺ جیسے بیدار مغز اور نڈر جرنیل کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو شکست دینا آسان نہیں۔ انہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کرنے کی پیش کش کی جسے رسولِ پاکؐ نے ان کی چند ایسی شرائط کے باوجود جو مسلمانوں کے حق میں نہ تھیں، محض امن کے قیام کی خاطر قبول فرمایا۔

جب یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا اور قریش کی جانب سے سہیل بن عمرو اس معاہدہ کی یہ شرط لکھوا رہے تھے کہ مکہ میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس مدینہ نہیں جائے گا خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ اس معاہدہ پر مسلمانوں کی جانب سے کچھ ہچکچاہٹ تھی کہ ہم کیسے ایک مسلمان کو اہلِ مکہ کے پاس رہنے دیں جبکہ اب بھی وہاں مسلمانوں پر ظلم روا رکھے جاتے تھے ابھی سہیل بن عمرو یہ معاہدہ کی شرط لکھوا رہے تھے کہ ان کا اپنا بیٹا ابو جندلؓ جو مسلمان ہو چکا تھا یہ اطلاع پا کر کہ آنحضرتﷺ مکہ کے اس قدر قریب تشریف لائے ہوئے ہیں کسی طرح سے بھاگ کر بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا اس مجلس میں پہنچ گیا۔ ابو جندلؓ نے مسلمانوں کو کہا کہ مجھے اس عذاب سے نجات دلائیں جو مجھے صرف اسلام لانے کی وجہ سے مل رہا ہے۔ اس پر سہیل بن عمرو نے کہا کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے ابو جندلؓ کو میرے حوالے کر دو۔ صحابہؓ نے بھی عرض کی کہ ابھی تو معاہدہ لکھا جا رہا ہے اور اس پر دستخط نہیں ہوئے لہٰذا ابو جندلؓ کو قریش کو واپس نہ کیا جائے لیکن آنحضورؐ نے ابو جندل کو صبر کرنے کی تلقین فرمائی اور مجبوری ظاہر کی کہ میں معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اس معاہدے کی شرائط جو زیادہ قریش کے حق میں تھیں اور صحابہؓ اس کو ماننے سے ہچکچا رہے تھے لیکن پھر بھی آنحضرتﷺ نے اس معاہدے کو اس لئے قبول فرمایا کہ اس کے بدلے میں مخالف یہ وعدہ کر رہے تھے کہ وہ آئندہ دس سال کیلئے مسلمانوں سے کسی قسم کی کوئی جنگ نہیں کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان انیس سالہ جنگ کا خاتمہ ہوگیا جو اسلام کے آغاز میں شروع ہوئی تھی نیز اللہ تعالیٰ کا آنحضرتؐ کو جنگ احزاب کے موقعہ پر دیا جانے والا ایک اور وعدہ پورا ہوگیا کہ

اَلْآنَ نَغْزُوْ هُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا

یعنی آئندہ قریش مکہ پر ہم چڑھائی کریں گے مگر انہیں مدینہ کے خلاف چڑھائی کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔

کفار کے ساتھ معاہدہ کے بعد اس طرف سے امن ہوگیا لہٰذا آپؐ مکمل طور پر اپنے عالمگیر مشن یعنی اسلام کی اشاعت میں مصروف ہوگئے۔ عرب اور اس کے ارد گرد کے ممالک کے سربراہوں کو تبلیغی خطوط بھجوائے۔ جہاں جہاد بالسیف میں آپ نے ایک جری کمانڈر کا کردار احسن طریق پر نباہا وہاں تبلیغ کے اس جہادِ اکبر میں بھی آپ نے ہر قدم پر حکمت وحسن تدبیر سے کام لیا۔ تبلیغی وفود کو خاص طور پر تبلیغ کے آداب اور طریقوں کے بارے میں ہدایات فرماتے۔ سب سے پہلے آپ نے بازنطینی سلطنت کے شہنشاہ ہرقل کو خط بھجوایا۔ اس کے بعد ایران میں کسریٰ، مصر کے شاہ مقوقس، حبشہ کے بادشاہ، یمامہ، بحرین اور

یمن کے رؤوساوغیرہ کوخطوط لکھے گئے۔اس تبلیغ کی برکت سے جہاں اسلام کا نفوذ عرب کے باہر کے علاقوں میں ہونے لگا وہاں اسلام دشمنی نے بھی جنم لیا اور اس مخالفت میں خیبر کے یہودیوں نے بنیادی کردار ادا کیا جو وہاں جلا وطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی اور مسلمان عورتوں کی تشبیب ان کا روزمرہ زندگی کا اصول تھا۔جب یہود نے دیکھا کہ عرب میں سے اب کوئی مسلمانوں کے خلاف ان کا ساتھ نہیں دے گا تو انہوں نے عرب کے شرق وغرب کے عیسائی ممالک کو اپنے ساتھ ملایا۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک عیسائی حاکم نے آنحضرت ﷺ کی گرفتاری کے احکامات جاری کردیئے۔ آنحضرت ﷺ نے خیبر کی طرف مصالحت کے لئے کئی تجاویز بھجوائیں اور بہت دیر تک ان کی زیادتیوں پر عفو ودرگزر سے کام لیا لیکن آخر ان کے متوقع خطرے کی وجہ سے دفاع کی خاطر خیبر کے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔تاریخ میں ہے کہ جس قدر انذار اس قوم کو آنحضور ﷺ کے زمانہ میں کیا گیا ہے کسی اور نبی کے دور میں ایسی مثال نہیں ملتی۔خدائی تقدیر کے تحت مسلمانوں کو اس جنگ میں بھی فتح نصیب ہوئی۔ان معرکوں میں مرحب سمیت یہود کے فتنہ پرداز جنگجو سردار اور ساتھی مارے گئے تھے۔ایک بار پھر اپنی تاریخ کو دہراتے ہوئے انہوں نے مغلوبیت کی حالت میں جان بخشی کی درخواست کی جسے آنحضرت ﷺ نے ازراہ ترحم قبول فرمایا۔آپؐ کے اس رحم وکرم اور سخاوت کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے پھر درخواست کی کہ چونکہ یہاں کی زمین زرخیز ہے اور یہود کھیتی باڑی میں ماہر ہیں اس لئے انہیں جلاوطن کرنے کی بجائے یہاں ہی رہنے دیا جائے اور اس کے بدلے میں یہ معاہدہ کیا کہ وہ پیداوار کا نصف اسلامی حکومت کو ادا کرتے رہیں گے۔انصار بھی اس پیشہ میں ماہر تھے اور غالب امکان تھا کہ آنحضرت ﷺ خیبر کا علاقہ انصار کو عطا فرماتے لیکن آپ نے یہود کو مائل بہ امن دیکھتے ہوئے حسب عادت اور حسب ارشاد باری تعالیٰ ان کی درخواست کو قبول کیا۔اور ایک بار پھر آنحضورؐ کے بارے میں تورات میں مذکورہ پیش گوئی بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی کہ:

''وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا وہ راستی سے عدالت کرے گا''

(یسعیاہ : باب 42 آیات 2 تا 4)

لیکن یہود نے اس رحم وکرم کے پیکر سے کوئی روحانی فائدہ حاصل نہ کیا نہ ایمان لائے اور نہ ہی اپنی شرارتوں سے باز آئے۔چنانچہ ابھی آپ خیبر میں ہی تھے کہ مرحب کی بہن نے آپ کو بکرے کی دستی میں جو آپ کو بہت پسند تھی زہر ملا کر کھانے کے لئے دیا۔ابھی آپ نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ خدائی وحی کے نتیجہ میں آپ کو کھانے میں زہر کا علم ہوگیا۔آپ اس کے بداثر سے تو محفوظ رہے لیکن اس کی وجہ سے ایک صحابی جو لقمہ نگل چکے تھے وہ وفات پاگئے۔

اور ذوالجلال اور حی وقیوم خدا نے
جس نے یونسؑ کو مچھلی میں زندہ رکھا
جس نے موسیٰؑ کو دریا سے باہر کیا
جو محمدؐ کو ہر دم بچاتا رہا
اپنے نبیوں کی حفاظت کا وعدہ ایک بار پھر پورا فرمایا۔

ہمارے پیارے رسولؐ نے 6ہجری میں قرار پائے جانے والے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو تمام تر جذبات اور نقصانات سے بالا ہو کر نبھایا۔حسب معاہدہ صلح حدیبیہ اگلے سال یعنی 7ہجری میں مسلمان عمرہ کی نیت سے مکہ میں داخل ہوئے اس وقت انہیں مکہ کے در و دیوار کو دیکھ کر اپنے ساتھ قریش کی طرف سے کئے گئے مظالم کے نظارے یاد آتے تھے کسی کو مکہ کی دیواروں پر اپنے عزیزوں کے خون کے نشان یاد آتے تھے،کسی کو اپنے قدموں کے نیچے وہ مقام نظر آتا تھا جہاں اس کی ماں،باپ اور بیٹے کو اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کردیا گیا تھا۔۔۔لیکن آپ نے اپنے صحابہ کو ضبط کی تلقین کرتے ہوئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی باآواز بلند حمد کرنے کی اجازت دی۔آپ نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل سب کو حکم دیا کہ اپنی تلواریں میانوں میں ڈال دیں۔یعنی امن سے داخل ہوں۔کعبہ کے طواف کے بعد تین دن کے قیام کے بعد اہل مکہ نے آپؐ سے واپس جانے کا مطالبہ کیا۔جسے آپ نے معاہدہ کے مطابق پورا کیا۔

آپ کی وفاداری کی یہ ادائیں خدا کو اس قدر پسند آئیں کہ اگلے سال ہی اسکے نتیجے میں فتح مکہ جیسی نعمتِ عظمیٰ اور فتح مبین عطا فرمائی۔ یہ صرف مکہ ہی کی فتح نہ تھی بلکہ اس میں تو آپؐ نے ایسے دلوں کو اسیر کر لیا جو کل تک آنحضرت ﷺ سے ایسا بغض رکھتے تھے جیسا انہیں دُنیا میں کسی اور سے نہ تھا۔ ایک سربراہ ہونے کی حیثیت میں آپ نے دشمن کے سردار کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ عکرمہ جو مشرکینِ مکہ کا سردار تھا اور اپنے قتل ہونے کے ڈر سے چھپ کر بیٹھا تھا جب وہ اپنی معافی کی خبر سن کر آپؐ کے دربار میں آیا تو آپؐ نے نہ صرف اسے معاف فرمایا بلکہ احسان کے طور پر اسے اپنی چادر عنایت فرمائی اور ایک سردار ہونے کی حیثیت سے اس کے اعزاز میں کھڑے ہو کر خوش آمدید کہا۔

اس سے کچھ تعرض نہیں کہ آپ نے زندگی میں غیر اقوام سے جتنے بھی معاہدے کئے اور اس کے نتیجے میں جو کامیابیاں آپ کو ملیں اس میں آپ کے خداداد حُسن انتظام، اعلیٰ ترین خبر رسانی اور جاسوسی کا انتظام، پر حکمت فیصلوں کو بہت دخل تھا لیکن اس سے بھی بڑھ کر آپ کی اللہ تعالیٰ کے احکام کی مکمل اطاعت اور معاہدوں کی پاسداری کے انعام میں الٰہی تائید شامل تھی۔ آپ نے نہ صرف دشمن پر ظلم کرنے سے اجتناب فرمایا بلکہ اسے معاف فرماتے ہوئے زائد احسانات فرمائے اور بار بار کی عہد شکنی کے باوجود جب تک خدا کی طرف سے اذن نہ ہوتا آپ کوئی تعزیری کارروائی نہ فرماتے۔ اور حقوق العباد کی معراج پر پہنچے ہوئے اس عادل بادشاہ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ عفو درگزر، عدل و انصاف اور اپنے عہد و پیمان نباہنے کی تعلیم دینے میں کوئی مذہب اسلام سے بڑھ کر نہیں ہے۔

آج ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم نہ صرف خود اس اسوہء انسانِ کاملؐ کا صحیح فہم حاصل کریں بلکہ اس علم کو اپنی آئندہ نسلوں میں بھی منتقل کریں۔ اور جب ہمارے سامنے دشمنِ اسلام آج کل کی بعض نام نہاد اسلامی طرزِ حکومت کو اسلام اور محمد رسول اللہؐ کے نام کی آڑ لے کر نکتہ چینی کرنا چاہیں تو ہم اپنے علمی ہتھیاروں سے اس نبی معصوم سیّد المعصومین کی عزت و ناموس کی حفاظت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عہد نباہنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم موعودہ الٰہی انعامات کے وارث بن سکیں۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَیْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ۔

****

درشانِ امام آخر زمان
حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

محمد ظفر اللہ خان

اے حریمِ قُدس میں روشن صداقت کے چراغ
تیری اک ضو کو ترستے تھے زمانے کے ایاغ
منتظر تھے جانے کب سے ساکنانِ قعرِ شب
صبحِ تازہ کا ملے شاید کسی جانب سراغ

گنبدِ افلاک میں گونجی صدا جاءَ المسیح
جب ملائک نے ثُریّا سے کہا جاءَ المسیح
اک جری اللہ نے پہنی رسولوں کی قبا
پھر ہوا مُردوں میں اک حاشر بپا جاءَ المسیح

آتشِ دجّال جس سے چاہتے تھے سب اماں
پھونکنے کو تھی وہ سارا خرمنِ آخر زماں
رحمتِ حق کا ہوا یوں مستقل ہم پر ظہور
نہرِ کوثر تیری صورت میں ہوئی ہر دم رواں

کتنی صدیوں کی دعاؤں کا فقط حاصل ہے تو
اس بھنور میں موجۂ غم کا بس اک ساحل ہے تو
نورِ عشقِ مصطفیٰؐ کا مظہرِ کامل ہے تو
دردِ اُمت جس میں خوں بن کر گھلے وہ دل ہے تو

مصطفیٰؐ کے رنگ میں رنگیں تیری قامت جمیل
دلبرا تیری اداؤں کے ہوئے ہم سب قتیل
پھر چلے رندوں میں تیرا دورِ جامِ زنجبیل
تا بنے تیری مکمل پیروی کی کچھ سبیل

اے خدا اک ریزہء خاشاک سے کمتر ہوں میں
جس میں چنگاری دبی ہو ایسی خاکستر ہوں میں
میرے سینے کو بنا دے طورِ عشقِ انبیاء
بے کلی میں سرنگوں دائم تیرے در پر ہوں میں

فلسفہء حج

حج ایک عاشقانہ عبادت ہے۔ جب ایک شخص کسی سے محبت کرتا ہے اور اُس کا عاشق ہے تو وہ اپنے محبوب اور معشوق کو راضی اور خوش کرنے کیلئے مختلف جتن کرتا ہے۔ اپنا حال بے حال کر لیتا ہے۔ دیوانوں کی طرح پھرتا ہے۔ محبوب کے گھر کے اردگرد چکر لگاتا ہے۔ اُس سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے پیار کرتا ہے انہیں چومنے لگتا ہے اور یہ سارے والہانہ انداز اس لئے اختیار کرتا ہے تاکہ اس کا محبوب کسی طرح اس پر خوش ہو جائے۔ پیار کی نظر سے اُسے دیکھے ملاپ اور وصال کی کوئی صورت نکل آئے۔ ایک مؤمن کو چونکہ حقیقی محبوب اس کا اللہ ہے اس لئے اس کے جذبہء محبت کی تسکین کے لئے پیار اور اُس کے اظہار کے لئے کچھ نمونے حج کی عبادت میں رکھے گئے ہیں۔ وہ اَن سِلی چادریں پہنتا ہے سر سے ننگا ہوتا ہے۔ پاؤں میں چپل ہوتے ہیں۔ بال بکھرے سے رہتے ہیں کیونکہ کنگھی کرنے کی اجازت نہیں۔ "لَبَّیکَ لَبَّیکَ" مَیں حاضر ہوں' کہتا ہوا اللہ کے گھر کا رُخ کرتا ہے حجرِ اسود کو چومتا ہے۔ بیت اللہ کے اردگرد گھومتا اور چکر لگاتا ہے یہ سب کچھ اظہار محبت کے والہانہ انداز ہیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام حج کی اس حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"محبت کے عالم میں انسانی رُوح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے۔ ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبانِ صادق کے لئے ایک نمونہ دیا گیا ہے اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے اور حجرِ اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے اور ایسا حکم اس لئے دیا کہ تا کہ انسان جسمانی طور پر اپنے ولولہء عشق اور محبت کو ظاہر کرے۔ سو حج کرنے والے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اس کے گرد گھومتے ہیں۔ ایسی صورتیں بنا کر گویا خدا کی محبت میں دیوانہ اور مست ہیں۔ زینت دُور کر دیتے ہیں، سر منڈ وا دیتے ہیں۔ اور مجذوبوں کی شکل بنا کر اس کے گرد عاشقانہ طواف کرتے ہیں اور اس پتھر کو خُدا کے آستانہ کا پتھر تصور کر کے بوسہ دیتے ہیں۔ اور یہ جسمانی ولولہ روحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے۔ اور جسم اس کے گھر کے گرد طواف کرتا ہے۔ اور سنگِ آستانہ کو چومتا ہے اور رُوح اس وقت محبوبِ حقیقی کے گرد طواف کرتی ہے اور اس کے روحانی آستانہ کو چومتی ہے اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں۔ ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پا کر بھی اس کو چومتا ہے۔ کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا اور نہ حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہے بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے وبس جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لئے نہیں ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر وہ بوسہ اس پتھر کیلئے نہیں۔ پتھر تو پتھر جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان مگر اس محبوب کے ہاتھ کا ہے جس نے اس کو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھہرایا۔"

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد23صفحہ100)

حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ایک ویرانہ میں آبادی کی بنیاد رکھی وہاں اپنی بیوی ہاجرہؓ اور اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو بسایا۔ اس وقت وہاں نہ پانی تھا اور نہ کسی انسان کا گزر۔ اس بے نظیر قربانی کا مقصد یہ تھا کہ یہ جگہ آئندہ عالم گیر ہدایت کا مرکز بنے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی یہاں بسنے والی نسل سے وہ عظیم الشان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہو جو وجہء تخلیقِ عالم ہے جو رحمۃ للعالمین ہے۔ جس کی لائی ہوئی تعلیم ساری دنیا کیلئے اور سارے زمانوں کے لئے ہوگی۔ پھر باوجود ظاہر ساز و سامان نہ ہونے کے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے مولا سے جیسی توقع کی تھی ویسا ہی ظہور میں آیا۔ خدا نے وہاں غیر معمولی حالات میں پانی مہیا کیا۔ یہ جگہ آہستہ آہستہ آباد ہوئی اور بکّہ یا مکّہ کہلائی۔ یہاں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر بنائے گئے پہلے مکان کے نامعلوم زمانوں سے مٹے ہوئے آثار کو تلاش کیا اور اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر اس

مکان کو دوبارہ تعمیر کیا اور اسے "مَثَابَةً لِّلنَّاسِ" بنانے کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔

یہی وہ پہلا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے تعمیر کیا گیا تھا۔اسی کا نام بیت اللہ،بیت العتیق، بیت المعمور اور کعبہ ہے۔تمام دنیا کے مسلمان اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔غرض یہ گھر یہ شہر اور اس کے گرد کے مقامات ایسی جگہیں ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں عظیم الشان نشان ظاہر ہوئے۔ جہاں کا چپہ چپہ یہ گواہی دے رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانیاں دیتے ہیں اللہ ان کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ان شعائر اللہ کی یاد تازہ کرنے اور یہ یقین حاصل کرنے کیلئے کہ وہ سچے وعدوں والا ہے مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہ کعبہ اور دوسرے شعائر اللہ کی زیارت کریں اور دیکھیں کہ خدا نے جو کچھ کہا تھا وہ کیسے اور کتنے شاندار انداز میں پورا ہوا۔

ہر قوم و ملّت کا ایک مرکز اتحاد ہوتا ہے جہاں اس قوم کے افراد جمع ہو کر خُدا کی عبادت کرتے ہیں۔اپنے تمدّن اور اپنی ثقافت کے اجتماعی آثار دیکھتے ہیں۔ افرادِ ملّت باہمی تعارف حاصل کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مشکلات کو سمجھتے اور انہیں دُور کرنے اور مقاصد کے حصول کے لئے متحدہ کوشش کرنے کی تدبیر کرتے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ۔

(الحج:35)

ہم نے ہر قوم کے لئے ایک مرکز بنایا ہے۔جہاں عقیدت کے جذبات کے ساتھ اپنے اللہ کو یاد کرنے کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔

اسی تصوّر کے لئے حج کی عبادت کو نمونہ کا رنگ دیا گیا ہے تا کہ حج کے لئے جمع ہونے والے مسلمان اکٹھے مل کر اپنے مالک و خالق کے حسن کے گیت گائیں۔اس کے فضلوں کا شکر یہ ادا کریں مشکلات دُور کرنے کے لئے اس کے حضور عاجزانہ دعائیں مانگیں۔دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمان ایک دوسرے سے تعارف حاصل کریں۔اجتماعی ثقافت کی بنیادیں استوار کریں۔ باہمی مشورہ اور اجتماعی جدّ وجہد کے مواقع پیدا کریں۔ یہ سب اور کئی اور فوائد حج کی حکمت کا حصہ ہیں۔

مقاماتِ حج

بیت اللہ

ہزار ہا سال گزرے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ویرانے میں عبادت کے لئے ایک معبد بنایا گیا تھا۔اس کے بنانے والے کے متعلق یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون تھا۔لیکن یہ امر یقینی ہے کہ وہ معبد قومی اور ملّی ہونے کے لحاظ سے دنیا میں سب سے پہلا معبد تھا۔عالم الغیب خدا خود اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

"اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ"

(ال عمران: 97)

نیز فرمایا:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ

(مائدہ:98)

غرض کچھ عرصہ تک لوگ اس معبد میں خدا تعالیٰ کا نام لیتے رہے لیکن نامعلوم کیا تغیرات ہوئے کہ وہ جگہ ویران ہوگئی اور عبادت کرنے والے لوگ پراگندہ ہوگئے۔مگر اللہ تعالیٰ کو یہ جگہ پیاری تھی پس اس نے ارادہ کیا کہ وہ اسے پھر سے آباد کرے اور ہمیشہ کے لئے دنیا کی ہدایت کا مرکز بنائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آبادی کے لئے ایک ایسا مصطفٰی انسان چُنا جس کی اولاد نے اپنی نورانی شعاعوں سے آج تک دنیا کو روشن کر رکھا ہے۔

یہ شخص ایک بُت ساز گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ وہ عراق کے شہر کلدیم یا اُرْ کا رہنے والا تھا۔اس کے خاندان کے لوگوں کا گزارہ بتوں کے چڑھاووں اور بُت فروشی پر تھا۔والد بچپن میں فوت ہوگئے تھے اور چچا کی آغوش میں وہ پلا تھا۔جس نے اپنے بیٹوں کے ساتھ اُسے بھی بُت فروشی کے کام پر لگایا۔حقیقت سے نا آشنا چچا کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس دل کو خالق کون ومکاں چُن چکا ہے اس میں بتوں کے لئے کیا جگہ ہوسکتی ہے۔ پہلے ہی دن ایک گاہک جو اپنی عمر کی انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا اور تھا بھی مالدار بُت خریدنے کے لئے آیا۔بُت فروش چچا کے بیٹے خوش ہوئے کہ آج اچھی قیمت پر سودا ہوگا۔بوڑھے

امیر نے ایک اچھا سابت چنا اور قیمت دینے ہی لگا تھا کہ ''اس بچہ'' کی توجہ اس گاہک کی طرف ہوئی اور اُس نے اُس سے سوال کیا کہ میاں بوڑھے! تم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو تم اس بت کو کیا کرو گے؟

اس نے جواب دیا۔ اسے گھر لے جاؤں گا اور ایک صاف اور مطہر جگہ میں رکھ کر اس کی عبادت کروں گا۔ یہ ''سعید بچہ'' اس خیال پر اپنے جذبات کو روک نہ سکا۔ اس نے بوڑھے سے کہا میاں تمہاری عمر کیا ہوگی؟ اس نے اپنی عمر بتائی اور اس بچہ نے اپنی عمر بتائی اور اس بچہ نے نہایت حقارت آمیز ہنسی ہنس کر کہا کہ تم اتنے بڑے ہو اور یہ بُت تو ابھی چند دن ہوئے میرے چچا نے بنوایا ہے۔ کیا تمہیں اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے شرم نہ آئے گی؟ نہ معلوم اس بوڑھے کے دل پر توحید کی کوئی چنگاری گری یا نہ گری۔ لیکن اس وقت اس بت کا خریدنا اُس کے لئے مشکل ہو گیا۔ اور وہ بُت وہیں پھینک کر واپس چلا گیا۔ اس طرح ایک اچھے گاہک کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر بھائی سخت ناراض ہوئے اور اپنے باپ کو اطلاع دی جس نے اس بچہ کی خوب خبر لی۔

یہ پہلی تکلیف تھی جو اس پاکباز ہستی نے توحید کے لئے اٹھائی مگر باوجود چھوٹی عمر اور کم سِنی کے زمانہ کے یہ سزا جوش توحید کو سرد کرنے کی بجائے اسے اور بھی بھڑکانے کا موجب ہوئی۔ سزا نے فکر کا دروازہ کھولا اور فکر نے عرفان کی کھڑکیاں کھول دیں۔ یہاں تک کہ بچپن کی طبعی سعادت جوانی کا پختہ عقیدہ بن گئی اور آخر اللہ تعالیٰ کا نور نوجوان کے ذہنی نور پر گر کر الہام کی روشنی پیدا کرنے کا موجب بن گیا۔

آخر یہ بچہ ابراہیم کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا۔ یہ عظیم انسان اپنے شہر کے حالات سے دل برداشتہ ہو کر وہاں سے نکلا اور اپنی بیوی سارہ کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے پھرتے پھراتے فلسطین آ پہنچا اور عرصہ تک اس ملک میں رہا۔ لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی نہ بیٹا نہ بیٹی۔ آخر سارہؑ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ ہمارے ہاں اولاد نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ اس لڑکی کو جو کہ مصر کے بادشاہ نے ہماری خدمت کے لئے دی ہے تُو اپنی بیوی بنا شاید اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں اولاد عطاء فرمائے۔ یہ نیک اور پاک باز عورت درحقیقت شاہ مصر کے خاندان کی ایک لڑکی تھی اور اُس نے ابراہیمؑ کی معجزانہ طاقت کو دیکھ کر ان کی دعاؤں کے حصول کی غرض سے اُن کی خدمت کے لئے اُسے ساتھ کر دیا تھا۔

اس لڑکی کا نام ہاجرہؓ تھا۔ ابراہیمؑ نے اپنی بیوی کی اس بات کو قبول کر کے ہاجرہؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ اور خدا تعالیٰ نے بڑھاپے میں ابرام کو ایک لڑکا دیا جس کا نام اُس نے اسمٰعیل رکھا۔ یعنی خداوند خُدا نے ہماری دُعا سن لی۔ اس بیٹے کی پیدائش پر خُدا تعالیٰ نے ابرام کا نام ابراہام کر دیا کیونکہ اس سے نعمتوں کی فراوانی اور آسمانی برکت کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اسی ابراہام کا تلفظ عربی زبان میں ابراہیم ہے۔ اسی وجہ سے عبرانی لوگ اُسے ابراہام اور عرب ابراہیمؑ کہتے ہیں۔ سارہ جس نے خوشی سے ابراہیمؑ کو ہاجرہؓ کے بیوی بنانے کا مشورہ دیا تھا اس کے بچہ جننے پر دل گیر ہوئی اور اس نے طبعی کمزوری کی وجہ سے ہاجرہؓ اور اس کے بچہ کو تکلیفیں دینی شروع کیں۔ ابراہیمؑ کے دل پر یہ صورتحال ناگوار گزری لیکن بیوی کی سالہا سال کی خدمت اور اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ کچھ نہ کہہ سکے بلکہ کہا تو یہی کہ ہاجرہؓ تمہاری لونڈی ہے تم جس طرح چاہو اُس سے سلوک کرو۔ ابراہیم کو کیا معلوم کہ یہ سب سامان کسی اور ہی غرض کے لئے ہو رہے تھے اور یہ سب واقعات ابراہیم کی ایک اور ہجرت کے سلسلہ کی کڑیاں تھیں۔

انہی ایام میں جب اسمٰعیلؑ کچھ سمجھدار ہو گئے اور اپنے والد کے ساتھ دوڑ دوڑ کر چلنے لگے تھے کہ ابراہیمؑ نے ایک خواب دیکھا کہ وہ اسمٰعیلؑ کو خُدا تعالیٰ کے لئے قربان کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں انسانوں کی قربانی کا عام رواج تھا اور اُسے خدا تعالیٰ کے فضل کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ ابراہیمؑ نے بھی خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے اخلاص کا امتحان لینا چاہتا ہے اس لئے جھٹ اپنے بڑھاپے کی اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور بچہ سے محبت کے ساتھ پوچھا کہ تیری مرضی کیا ہے۔

بچہ گو چھوٹا تھا مگر نورِ نبوّت اُس کی پیشانی سے چمک رہا تھا۔ نیک باپ کی تربیت کی وجہ سے گو ابھی مذہب کی باریکیاں نہ سمجھتا ہو لیکن اس قدر جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں ٹالنا چاہیئے وہ بولا جس طرح چاہو اللہ کے حکم کو پُورا کرو۔ باپ نے آنکھوں پر پٹی باندھی اور بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اُسے پیشانی کے بل لٹا دیا۔ مگر خواب کا مطلب درحقیقت کچھ اور تھا اور اس کی تعبیر کسی اور طرح ظاہر ہونے والی تھی۔ چنانچہ اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو الہام کیا کہ اب ظاہر میں بچہ کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرب الٰہی کیلئے انسانی قربانی کا یہ انداز ہمیشہ کیلئے منسوخ کیا جاتا ہے۔ آئندہ یہ

قربانی اس رنگ میں قبول ہوگی کہ خُدا کی رضا اور اس کے دین کی خاطر جان و مال عزت اور وقت کی قربانی دی جائے۔ بہرحال ان قربانیوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں حضرت ابراہیمؑ کو بشارت ملی کہ اس بچہ کی نسل کو میں بڑھاؤں گا اور لوگ اس نسل کے ذریعہ برکت پائیں گے چنانچہ الٰہی اشارہ اور حالات پیش آمدہ کے تحت حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ہاجرہ اور پلوٹھے بیٹے اسمٰعیلؑ کو اس جگہ چھوڑ آئے جہاں آجکل مکّہ آباد ہے۔ قدیم زمانہ میں اس کا نام بکّہ بھی تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کو اور اُن کی والدہ کو یہاں آباد کرنے اور اس جگہ کو رونق بخشنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ہمیشہ کی زندگی کے مرکز "بیت العتیق" کو جس کی بنیادیں ریت کی تہوں میں اپنی صدیوں کی تاریخ چُھپائے ہوئے تھیں پھر سے تعمیر کیا جائے۔ غرض یہاں آباد ہونے کے کچھ عرصہ بعد ارشادِ الٰہی کے تحت حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کی مدد سے اُس گھر کو تعمیر کیا جو قبلہء عالم ہے۔ کعبہ اور بیت اللہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ گھر مسجد حرام کے درمیان میں بناہُوا ہے۔ اس پر سیاہ ریشمی غلاف چڑھا رہتا ہے۔ کعبہ کی موجودہ شکل مستطیل ہے۔ شمالاً جنوباً 44 فٹ لمبا اور شرقاً غرباً 33 فٹ چوڑا ہے اونچائی 45 فٹ ہے۔

حطیم

خانہ کعبہ کی شمالی دیوار کے ساتھ بشکل کمان کچھ خالی جگہ ہے۔ اس کے اردگرد چھوٹی چھوٹی دیوار ہے لیکن اُوپر چھت نہیں۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے جب قریش نے خانہ کعبہ کی ازسرِ نَو تعمیر کی تو چھت کے لئے وافر لکڑی نہ مل سکنے کی وجہ سے یہ حصہ بغیر چھت کے چھوڑ دیا گیا۔ طواف میں اس حصہ کو شامل کیا جاتا ہے لیکن مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہوئے اگر صرف اس حصہ کی طرف مُنہ کیا جائے تو نماز درست نہیں ہوگی۔ خانہ کعبہ کا طلائی پرنالہ "میزابِ رحمت" حطیم میں ہی گرتا ہے۔

حجرِ اسود

خانہ کعبہ کے جنوب مشرقی کونہ کے پاس ایک سیاہ رنگ کا پتھر نصب ہے اسے "حجراسود" کہتے ہیں۔ اس پتھر کو بہت متبرک سمجھا جاتا ہے۔ یہ پتھر غالباً شہابِ ثاقب کا ایک بہت بڑا ٹکڑا تھا جو مکہ کے قریب ابوقبیس نامی پہاڑ پر گرا۔ تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ اس نمایاں پتھر کو وہاں سے اُٹھالائے اور "کونے کے پتھر" کی تمثیل اور ایک عظیم یادگار کے طور پر اسے اس دیوار میں نصب کر دیا۔ اب جو بھی کعبہ کا طواف کرتا ہے اسے حکم ہے کہ سب سے پہلے وہ اس "یادگار" پتھر کو بوسہ دے۔ یہ پتھر اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے اور اُس کے قادرِ مطلق ہونے اور صادق الوعد ہونے کا ایک خاص نشان ہے اور جس سے پیار ہو اُس سے تعلق رکھنے والی خاص اشیاء بھی پیاری لگتی ہیں۔ یہی فلسفہ حجر اسود کو چومنے کا ہے۔ ورنہ یہ پتھر اپنی ذات میں نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی فائدہ اور نہ مسلمان اسے کسی رنگ میں نافع یا ضار سمجھتے ہیں۔

مُلتَزَم

حجرِ اسود اور "بابِ کعبہ" کے درمیان کی شمالی دیوار کا حصہ مُلتزَم کہلاتا ہے۔ حج کرنے والے واپسی کے وقت کعبہ کے اس حصہ سے اپنے سینہ کو لگاتے ہیں جیسے معانقہ کیا جاتا ہے۔ "بیت اللہ" سے الوداع اور اُس کی آخری زیارت کا یہ ایک والہانہ انداز ہے۔

رکنِ یمانی

خانہ کعبہ کا جنوب مغربی کونہ چونکہ یمن کی سمت ہے اسلئے اسے رکنِ یمانی کہتے ہیں۔ طواف کے وقت اس کونہ کو ہاتھ سے چھونا اور اُسے بوسہ دینا مستحب ہے۔

مطاف

خانہ کعبہ کے اردگرد سنگِ مَرمَر کا بناہُوا ایک دائرہ ہے۔ اس جگہ بیت اللہ کے اردگرد طواف کرتے ہیں۔ طواف ایک عبادت ہے جو بیت اللہ کے اردگرد سات چکر لگا کر ادا کی جاتی ہے۔

مقامِ ابراهیم

بیت اللہ کے دروازہ اور ملتزم کے سامنے ایک قبہ (گنبد نما چھوٹی سی عمارت) ہے اس میں وہ پتھر رکھاہُوا ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے

کعبہ کی دیواریں چُنی تھیں۔ اسی جگہ کو جہاں پتھر رکھا ہے" مقامِ ابراہیم" کہتے ہیں۔

طواف کے سات چکر لگانے کے بعد دو رکعتیں ادا کرنا واجب ہیں۔ ان دو رکعت کا "مقامِ ابراہیم" میں ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى

(البقرة : 126)

یعنی ابراہیم کے مقام(کھڑے ہونے کی جگہ) کو مصلّی (نماز پڑھنے کی جگہ) بناؤ۔

زمزم

مقام ابراہیم سے بائیں طرف اور کعبہ سے بجانب مشرق ایک کنواں ہے جو بوجہ پیاس حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے سے بطور نشان نمودار ہوا۔ یہ کنواں اُس وقت کی یادگار ہے اسے زمزم کہتے ہیں۔ زمزم کا پانی رُوبقبلہ کھڑے ہوکر بڑے ادب سے حصول برکت کی غرض سے پیا جاتا ہے۔

مسجد الحرام

"خانہ کعبہ" کے اردگرد مستطیل اور کسی حد تک گول کھلے صحن کی وسیع و عریض مسجد ہے جہاں لوگ دائرہ کے رنگ میں صفیں بنا کر اور بیت اللہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اسی مسجد کو قرآن کریم میں "المسجد الحرام" کہا گیا ہے۔ جیسے وہ فرماتا ہے:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ

(الفتح:28)

اس مسجد کا موجودہ رقبہ ایک لاکھ مربع میٹر سے بھی زیادہ ہے اردگرد کے پتھر کے ستونوں پر گنبد نما چھتوں والے برآمدے سے بنے ہوئے ہیں۔ ان برآمدوں میں بھی نمازی کھڑے ہوجاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس مسجد کی شکل وصورت بڑی مختصر اور اس سے بالکل مختلف تھی۔ مکہ میں مسجد حرام کے قریب جنوب کی طرف دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اب کچھ ہموار ہوکر دالان اور چبوترے کی شکل میں ہیں۔ مسجد حرام سے نکلیں تو پہلے صفا پہاڑی آتی ہے۔ اس کے بعد مشرق کی طرف ہٹتے ہوئے مروہ کی پہاڑی ہے۔ حضرت ہاجرہؑ نے پانی کی تلاش اور گھبراہٹ کے عالم میں ان پہاڑیوں کے سات چکر لگائے تھے۔ کبھی وہ صفا پر چڑھتیں اور کبھی مَروہ کی طرف بھاگ کر جاتیں اور پھر صفا کی طرف آجاتیں۔ اسی اضطراری کیفیت اور اس کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی یاد میں حج اور عمرہ کرنے والوں کو حکم ہے کہ وہ صفا اور مَروہ کے بھی سات چکر لگائیں اس عبادت کو سعی بین الصّفا والمروۃ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا

(البقرة: 159)

صفا اور مروہ یقیناً اللہ کے نشانات میں سے ہیں سو جو شخص اس گھر (یعنی کعبہ) کا حج یا عمرہ کرے تو اُسے اُن کے دمیان تیز چلنے پر کوئی گناہ نہیں۔

مکّہ سے باہر کے مقامات

مِنٰی

مکہ سے مشرق کی طرف تین میل کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے اس میدان میں ہی وہ تین پتھر ہیں جن کا نام جمرہ یا شیطان مشہور ہے۔ ان تین پتھروں کے نام ہیں:

جَمْرَةُ الْاُوْلٰى۔ جَمْرَةُ الْوُسْطٰى۔ جَمْرَةُ الْعَقَبَةِ۔

مزدلفہ سے واپس آکر 10-11-12-13 ذوالحجہ کو ان جمرات کو کنکریاں ماری جاتی ہیں جسے "رمی الجمار" کہا جاتا ہے۔

حج کرنے والے 8 ذوالحجہ کو مکّہ سے مِنٰی میں آجاتے ہیں یہیں اس دن کی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ 9 ذوالحجہ کی فجر بھی یہیں ادا ہوتی ہے۔ اسی میدان کے ایک حصہ میں وہ عظیم قربان گاہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی یاد میں ہر سال لاکھوں جانور

ذبح ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کی تاریخی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ O

(الصّٰفّٰت: 108)

اور ہم نے اس (یعنی اسماعیل) کا فدیہ ایک بڑی قربانی کے ذریعہ دے دیا۔

حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔

(البقرۃ: 197)

جب تک کہ قربانی اپنے مقام پر (نہ) پہنچ جائے۔ میں مَحِلّ سے مراد منیٰ کا یہی مقام ہے۔

عرفات

مکّہ سے شمال مشرق کی طرف قریباً 9 میل کے فاصلہ پر وہ عظیم الشان میدان ہے جہاں 9 ذوالحجہ کو سب حاجی جمع ہوتے ہیں۔ اس میدان کو عرفہ یا عرفات کہتے ہیں۔ ظہر کے وقت سے لے کر سورج غروب ہونے تک یہاں قیام کیا جاتا ہے جسے وقوف عرفہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔

(البقرۃ: 199)

پھر جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ

(البقرۃ: 200)

اور جہاں سے لوگ (واپس) لَوٹتے رہے ہیں وہیں سے تم بھی واپس لوٹو۔

جبل الرحمت بھی اسی میدان کی ایک پہاڑی کا نام ہے۔

مزدلفہ

عرفات سے بجانب منیٰ تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک میدان ہے۔ مشعر الحرام جو ایک پہاڑی ہے وہ بھی اسی میدان میں ہے۔ عرفات سے واپسی پر حج کرنے والے اس میدان میں رات بسر کرتے ہیں اور یہیں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھتے ہیں۔ 10 ذوالحجہ کی فجر کی نماز بھی یہیں ادا کرنی ہوتی ہے۔ نماز فجر کے بعد مشعر الحرام کے پاس جا کر بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

(البقرۃ: 199)

مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو

مواقیت

مواقیت میقات کی جمع ہے۔ میقات سے مراد وہ جگہ ہے جہاں یا اُس کے قرب و جوار اور محاذ میں اکنافِ عالم اور دُور دراز کے علاقوں سے حج کی نیت سے مکہ آنے والے احرام باندھتے ہیں اور ان مقامات سے آگے احرام باندھے بغیر جانا منع ہے۔ احرام سے مراد ایک خاص طریق سے حج یا عمرہ کی نیت کرنا ہے۔

مختلف علاقوں کے لئے مختلف میقات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

ذوالحلیفہ مدینہ سے قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر بطرف مکہ ایک گاؤں ہے۔ مدینہ یا اس طرف سے حج کے ارادہ سے آنے والے یہاں پہنچ کر احرام باندھتے ہیں۔ احرام باندھے بغیر اس جگہ سے آگے بڑھنا درست نہ ہوگا۔

حُجفہ

مکہ سے بجانب شمال قریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جو مصر شام اور مغرب یعنی شمالی افریقہ کی طرف سے آنے والوں کا میقات ہے۔

ذاتُ العرق

مکہ سے قریباً تیس میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی گاؤں ہے جو عراق اور خشکی کے راستے مشرقی علاقوں کی طرف سے آنے والوں کا میقات ہے۔

قرن منازل

مکہ سے اندازاً تیس چالیس میل دُور مشرق کی طرف ایک پہاڑ ہے۔ نجد کی طرف سے آنے والوں کے لئے یہ میقات ہے۔

یَلَمْلَمْ

مکہ سے جنوب کی طرف اندازاً تیس میل کے فاصلہ پر سمندر کے اندر اُٹھی ہوئی ایک پہاڑی کا نام ہے یمن کی طرف سے آنے والوں کے لئے یہ میقات ہے۔ پاکستان کی طرف سے بذریعہ بحری جہاز جانے والوں کا بھی یہی میقات ہے۔

جو لوگ ان مقامات کے اندر مکہ کے قریب رہتے ہیں ان کا میقات ان کی جائے رہائش ہے۔ یعنی وہ گھر سے ہی احرام باندھ کر چلیں۔

حج کے ارادہ سے مکہ جانے والا گھر سے بھی احرام باندھ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ مکہ کے رہنے والے مکہ کے اندر ہی احرام باندھ سکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی میقات کے پاس جا کر وہاں سے احرام باندھیں۔ میقات کا مفہوم صرف یہ ہے کہ یہاں سے آگے مکہ کی طرف احرام باندھے بغیر جانا ممنوع اور طریقِ حج کے خلاف ہے۔

تَنْعِیْم

مکہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ مکہ میں رہنے والوں کیلئے یہ میقات ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص مکہ میں رہ رہا ہو اور عمرہ کرنے کو اس کا دل چاہے تو مکہ سے باہر تنعیم آجائے اور پھر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوتا کہ عمرہ کرنے کے لئے بھی ایک گونہ سفر کی شرط پوری ہو جائے۔

حدیث میں ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنْ یُّعَمِّرَ عَائِشَۃَ مِنَ التَّنْعِیْمِ۔

(ترمذی کتاب الحج باب العمرۃ من التنعیم صفحہ 112)

حج اور عمرہ کی عبادت کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی خاطر مسافرت اختیار کرنا اور اپنے شہر سے باہر نکلنا بھی ہے۔

حَرَم

مکہ اور اس کے اردگرد کا علاقہ حرم کہلاتا ہے۔ حرم کی حدود مختلف اطراف سے مختلف ہیں۔ ایک طرف سے مکہ سے قریباً تین میل دوسری طرف سے سات میل تیسری طرف سے نو میل بجانب جدّہ حرم کی حدیں ہیں۔

حدود حرم کے اندر شکار کھیلنا، کسی جنگلی جانور کو پریشان کرنا، خودرَو ہری گھاس یا خودرَو درخت کاٹنا منع ہے۔ البتہ موذی جانور مثلاً خونخوار درندہ۔ سانپ۔ بچھو۔ فصلوں کو نقصان پہنچانے والا کوّا۔ چیل۔ چوہا اور باؤلے کتے کو مار سکتے ہیں۔ اذخر نامی گھاس اور خود کاشتہ فصل کاٹ سکتے ہیں۔

اوقاتِ حج

حج کیلئے خاص مہینے مقرر ہیں جنہیں ’’اشہر الحج‘‘ یعنی حج کے مہینے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ۔

(البقرۃ:198)

حج کے مہینے (سب کے) جانے بوجھے ہوئے مہینے ہیں پس جو شخص ان میں حج کا ارادہ پختہ کر لے (اُسے یاد رہے کہ) حج کے ایام میں نہ تو کوئی شہوت کی بات نہ کوئی نافرمانی اور نہ کسی قسم کا جھگڑا کرنا جائز ہوگا۔

یہ شَوَّالٌ ذُوالْقَعْدَۃ ذُوالْحِجَّۃ تین ماہ ہیں۔ ان کو اشعر الحج اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں حج کی تیاری۔ اخلاق کی درستگی اور حج کے دوسرے احکام مثلاً احرام وغیرہ عملی ارکان کا آغاز ہوتا ہے حج کے آخری مناسک ذوالحجہ کی 13 تاریخ تک ادا کرنے ہوتے ہیں۔ البتہ طواف افاضہ جسے طواف زیارۃ بھی کہتے ہیں، دس ماہ ذوالحجہ سے لے کر آخر ماہ تک ادا کیا جا سکتا ہے۔

حج فرض ہونے کی شرائط

مسلمان ہو۔ عاقل بالغ ہو۔ اتنا مالدار ہو کہ گھر کے خرچ اخراجات کے علاوہ مناسب زادِراہ پاس ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

(البقرۃ:198)

یعنی سفر کے مصارف کے لئے وافر رقم موجود ہو اور تندرست اور سفر کے قابل ہو۔ راستہ پُر امن ہو۔ مکہ جانے میں کوئی روک نہ ہو۔

ارکانِ حج

حج کے تین بنیادی رکن ہیں:

① احرام یعنی نیت باندھنا

② وقوفِ عرفہ یعنی نو ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں ٹھہرنا

③ طواف زیارت جسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں یعنی وہ طواف جو وقوف عرفہ کے بعد دس ذوالحجہ یا اس کے بعد کی تاریخوں میں کیا جاتا ہے۔

نو ذوالحجہ کو اگر کوئی شخص عرفات کے میدان میں خواہ تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی نہ پہنچ سکے گا تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ پھر اگلے سال نئے احرام کے ساتھ اُسے دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

حج کرنے کا طریق

جب انسان مالدار۔ تندرست اور سفر کے قابل ہو اور راستہ پُر امن ہو تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ جب وہ حج کے ارادہ سے جانے لگے تو تمام رشتہ داروں اور دوستوں سے راضی خوشی رخصت ہو۔ اور واپسی تک اپنے بال بچوں کیلئے ضروریاتِ زندگی کا بندوبست کر جائے۔

احرام

جب میقات مثلاً یلملم کے پاس پہنچے تو وضوء کرے یا نہائے۔ خوشبو لگائے۔ دو صاف بے سلی چادریں پہنے۔ ایک بصورت تہہ بند باندھے اور دوسری بصورت چادر اوڑھے۔ سر ننگا رکھے۔ یہ مرد کیلئے حکم ہے۔ عورت اُسی لباس میں جو اُس نے پہن رکھا ہے حج کر سکتی ہے۔ البتہ عام حالات میں احرام کے بعد اپنا منہ ننگا رکھے اس پر نقاب نہ ڈالے۔ سوائے اس کے کہ کسی نامحرم کا آمنا سامنا ہو اور اُس سے پردہ کرنا ضروری ہو جائے۔

اس کے بعد مرد ہو یا عورت وہ دو رکعت نفل پڑھے اور پھر حج کی نیت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ کہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

مَیں حاضر ہوں اے میرے رب تیرے حضور میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ حمد و ثناء کا تُو ہی مالک ہے۔ تمام ملک تیرا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہ عربی الفاظ **تلبیہ** کہلاتے ہیں۔ تلبیہ احرام کا ضروری حصہ ہے۔ اگر یہ الفاظ حج کے ارادہ کے ساتھ نہ کہے جائیں تو احرام مکمل نہیں ہوگا۔ گویا حج شروع کرنے کے لئے تلبیہ کی بالکل وہی حیثیت ہے جو نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنے کی ہے۔

تلبیہ کے بعد انسان محرم ہو جاتا ہے۔ یعنی حج کے مناسک اور احکام بجالانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ محرم کو ایسی بہت سی باتوں سے بچنا پڑتا ہے جو عام حالات میں اس کے لئے جائز ہیں۔ مثلاً خشکی کا شکار کرنا۔ یا کسی سے کروانا۔ خوشبو یا تیل لگانا۔ کنگھی کرنا۔ بال کٹوانا۔ ناخن کاٹنا۔ مرد کے لئے قمیص یا سلا ہؤا کپڑا پہننا سر اور چہرہ ڈھانکنا۔ پگڑی باندھنا یا ٹوپی پہننا۔ موزے یا فُل بوٹ استعمال کرنا۔ بیوی سے مباشرت کرنا یا اُس کے مقدمات کا ارتکاب کرنا جیسے بوسہ لینا وغیرہ۔ غرض ایسے تمام امور سے اجتناب لازمی ہے۔ جو آسائش اور آرام کی زندگی کا لازمہ ہیں۔

احرام کی حالت میں فسق وفجور اور جنگ وجدال بہت مذموم حرکات ہیں۔عام حالات میں بھی ایک مسلمان سے ایسے افعال شنیعہ کی اُمید نہیں کی جاسکتی چہ جائیکہ خُدا کے گھر کی زیارت کی نیت سے جانے والا اس قسم کی حرکات کا مرتکب ہو۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ

(البقرة:198)

جو شخص ان میں حج کا ارادہ پختہ کرلے(اُسے یاد رہے کہ) حج کے ایام میں نہ تو کوئی شہوت کی بات نہ کوئی نافرمانی اور نہ کسی قسم کا جھگڑا کرنا(جائز) ہوگا۔

احرام کے بعد بکثرت تلبیہ کہا جائے۔چلتے پھرتے۔اُٹھتے بیٹھتے۔بلند جگہ پر چڑھتے ہوئے اور نیچے اترتے ہوئے بالالتزام تلبیہ کہے۔تکبیر۔ذکرِ الٰہی۔استغفار اور درود شریف پر زور دے۔جب مکہ کے قریب پہنچے اور کعبۃ اللہ نظر آئے تو تلبیہ اور تکبیر کہتے ہوئے نہایت درد اور توجہ کے ساتھ اپنے نیک مقاصد کے لئے دعا مانگے۔قبولیت دعا کا یہ خاص وقت ہے۔

(نیل الاوطار باب رفع الیدین اداء فی البیت صفحہ 37,36)

جب مکہ میں داخل ہو تو سامان وغیرہ رکھ کر اور وضوء یا غسل کر کے سیدھا مسجد حرام میں جائے۔تکبیر اور تلبیہ کہتے ہوئے حجرِ اسود کے سامنے کھڑا ہو جائے اور جس طرح سجدہ میں ہاتھ رکھتے ہیں اس طرح کعبہ کی دیوار پر ہاتھ رکھتے ہوئے حجرِ اسود کو چُومے اور اگر چُوم نہ سکے تو اپنے ہاتھ سے اُسے چھوئے۔اور اگر چُھو بھی نہ سکے تو چھڑی یا ہاتھ سے اشارہ کرکے اُسے چُوم لے۔دھینگا مشتی کر کے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔حجر اسود کو اس طرح بوسہ دینے کو"استلام" کہتے ہیں۔استلام کے بعد طواف شروع کرے یعنی حجر اسود کی دائیں جانب جدھر دروازہ ہے اس کی طرف چلتے ہوئے بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔

حطیم بھی کعبہ کا حصہ ہے اس لئے چکر لگاتے ہوئے اس کے باہر سے گزرے۔پہلے تین چکروں میں رَمَل یعنی کسی قدر فخریہ انداز میں کندھے مٹکاتے ہوئے تیز تیز قدم چلنا مسنون ہے۔

(ترمذی کتاب الرمل الحجر الی الحجر صفحہ105، کشف الغمہ صفحہ382)

ہر چکر میں جب بھی حجر اسود کے سامنے پہنچے تو اس کا اِستلام کرے۔رکنِ یمانی کا استلام بھی مستحسن ہے۔ساتواں چکر حجر اسود کے سامنے آکر ختم کرے۔پھر مقام ابراہیم کے پاس آکر طواف کی دو رکعت پڑھے۔مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے بعد بیت اللہ کا یہ پہلا طواف ہے جسے طواف القدوم کہتے ہیں۔بہرحال اس طواف کے بعد صفا پر آئے اور بیت اللہ کی طرف منہ کرکے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگے۔درود شریف پڑھے۔تکبیر اور تلبیہ کہے پھر یہاں سے مروہ کی طرف جائے۔مروہ پر بھی اسی طرح دعائیں مانگے۔یہ اُس کا ایک چکر ہوگا۔اس کے بعد صفا کی طرف جائے یہ اس کا دوسرا چکر ہوگا۔اس طرح صفا اور مروہ کے سات چکر لگائے۔آخری چکر مروہ پر ختم ہوگا۔ان سات چکروں کو"سعی" کہتے ہیں۔

(سورة البقرة:159)

سعی بین الصفا والمروہ کے بعد وہ فارغ ہے۔قیام گاہ پر آکر آرام کرے بازار میں گھومے پھرے۔کوئی پابندی نہیں۔اس کے بعد آٹھویں ذوالحجہ کو منٰی میں جائے۔وہیں ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھے۔نویں کی فجر پڑھ کر منٰی سے عرفات کے لئے روانہ ہو۔ظہر سے لے کر مغرب تک میدانِ عرفات میں وقوف کرے۔ظہر اور عصر کی نمازیں یہیں جمع کر کے پڑھے۔نویں ذوالحج کو میدان عرفات میں وقوف حج کا اہم ترین حصہ ہے۔اگر کسی وجہ سے یہ رہ جائے تو اس سال حج نہیں ہوگا۔وادی عُرَنہ جو عرفات کے پہلو میں ہے اُسے چھوڑ کر عرفہ کا سارا میدان مَوقف ہے۔ظہر اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حج کرنے والا تلبیہ وتکبیر۔ذکر الٰہی،استغفار اور دُعا میں مشغول رہے۔جب سورج غروب ہوجائے تو عرفات سے چل کر"مزدلفہ" میں آجائے۔وادی کو چھوڑ کر مزدلفہ کا باقی سارا میدان مَوقف ہے۔یہاں عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھے۔صبح کی نماز بہت سویرے پڑھی جائے۔اس کے بعد مشعرالحرام کے قریب جاکر ذکر الٰہی کرے۔تکبیر اور تلبیہ پر زور دے جب کچھ روشنی ہو جائے تو مزدلفہ سے چل کر واپس منٰی میں آجائے۔راستہ سے ستّر کنکریاں اٹھالے جب منٰی پہنچے تو سب سے پہلے جَمْرَۃُ الْعَقَبَہ کو رمی کرے۔یعنی عقبہ نامی ٹیلے کو اللہ اکبر کہتے ہوئے سات کنکریاں مارے۔پہلی کنکری کے ساتھ

بار بار تلبیہ کہنے کا وجوب ختم ہو جائے گا۔اس کے بعد اگر اس کا ارادہ قربانی دینے کا ہے تو مذبح جا کر قربانی ذبح کرے۔ورنہ اپنے بال کٹوا کر یا منڈوا کر احرام کھول دے۔بال کٹوانے یا منڈوانے کو احرام کھولنا یا حلال ہونا کہتے ہیں۔عورت احرام کھولنے کے لئے اپنے سر کی ایک دو مینڈھیاں قینچی سے کاٹ دے۔اس کے لئے سارے بال کٹوانا یا منڈوانا جائز نہیں۔یہ دسویں ذوالحجہ کا دن ہے۔حجاج کے لئے اس دن عید کی نماز نہیں ہے۔بہر حال احرام کھولنے کے بعد دسویں ذوالحجہ کو حج کرنے والا منٰی سے مکہ آ کر بیت اللہ کا طواف کرے۔یہ طواف بھی حج کا بنیادی رکن ہے۔اس کو طواف زیارت اور طواف افاضہ کہتے ہیں۔طواف زیارت کے بعد حج کرنے والے کے لئے وہ سب اشیاء جائز ہو جاتی ہیں جو احرام کی وجہ سے اس کے لئے ممنوع تھیں۔

طواف زیارت سے فارغ ہو کر وہ پھر واپس منٰی میں چلا جائے اور تین دن یہیں مقیم رہے۔منٰی میں تین جمرے ہیں۔جمرۃ الاولٰی۔جمرۃ الوسطٰی۔جمرۃ العقبہ۔یہ جمرے جو پہلے چھوٹی چھوٹی چٹانیں تھیں اب بُرجوں کی شکل میں ہیں۔

گیارہویں ذوالحجہ کو حج کرنے والا زوال کے بعد تینوں جمروں کو رمی کرے۔سب سے پہلے اس جمرے کو سات کنکر مارے جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور جسے جمرۃ الاولٰی کہتے ہیں۔اس کے بعد اس جمرہ کو سات کنکر مارے جو اس کے قریب ہے اور جسے جمرۃ الوسطٰی کہتے ہیں۔آخر میں تیسرے جمرہ یعنی جمرۃ العَقَبہ کو سات کنکر مارے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ دسویں ذوالحجہ کو مزدلفہ سے واپسی کے بعد بھی اس جمرہ کو سات کنکر مارے گئے تھے۔بارہویں ذوالحجہ کو گیارہویں کی طرح تینوں جمروں کو رمی کرے۔اس کے بعد اختیار ہے اگر کوئی چاہے تو تیرہویں تاریخ کو رمی کرنے کے لئے منٰی میں قیام کرے اور چاہے تو:

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ

(البقرۃ:204)

پھر جو شخص جلدی کرے (اور) دو دنوں میں (ہی واپس چلا جائے) تو اُسے کوئی گناہ نہیں۔

کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بارہویں تاریخ کو رمی کے بعد مکہ واپس آ جائے بہر حال بارہویں یا تیرہویں کو مکہ آ کر واپسی کا طواف کرے۔یہ طواف ان کے لئے ہے جو کہ مکہ کے باشندے نہیں ہیں۔اور گھر واپس آنا چاہتے ہیں۔اس طواف کو ''طواف الصدر'' یا ''طواف الوداع'' کہتے ہیں۔الوداعی طواف سے فارغ ہو کر حج کرنے والا زمزم کا پانی پیئے۔دہلیز کعبہ کو چُومے۔ملتزم پر اپنا سینہ رکھ کر رو رو کر دعائیں کرے۔استار کعبہ یعنی کعبے کے غلاف کو پکڑ کر اپنے مولٰی کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور اُس سے بخشش کی التجا کرے۔پھر پچھلے پاؤں ہٹتے ہوئے اپنی آخری نگاہِ شوق کعبہ پر ڈالے اور واپس آ جائے۔

عُمرَہ

بیت اللہ کے طواف اور سعی بین الصفا والمروہ کا نام عمرہ ہے۔اس کے لئے مکہ سے باہر کے مقام سے احرام باندھنا چاہیئے۔اس لئے مکہ میں رہنے والے لوگ عمرہ کے لئے تنعیم جاتے ہیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ واپس آتے ہیں تاکہ اس عبادت کے لئے ایک گونہ سفر کی شرط پر عمل ہو جائے۔عمرہ کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔سال کے کسی حصہ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔البتہ نویں ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ تک ان چار دنوں میں عمرہ کا احرام باندھنا درست نہیں۔کیونکہ یہ حج ادا کرنے کے دن ہیں۔

عمرہ کے احرام کھولنے کا بھی وہی طریق ہے جو حج کے احرام کھولنے کا ہے یعنی عمرہ کرنے کے بعد اپنے سر کے بال کٹوا دے یا منڈوا دے اور عورت ایک دو لٹیں کاٹ کر احرام کھولے۔

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں:

- حج مفرد
- حج تمتع
- حج قران

1۔حج مفرد کا طریق وہی ہے جو اُوپر حج کرنے کا طریق کے عنوان کے تحت بیان ہوا ہے۔

2۔حج تمتع۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

(سورة البقرة: 197)

پھر جب تم امن میں آجاؤ تو (اُس وقت) جو شخص عمرہ کا فائدہ (ایسے حج) کے ساتھ (ملا کر) اُٹھائے تو جو قربانی بھی آسانی سے مل سکے (کردے) اور جو (کسی قربانی کی بھی توفیق) نہ پائے (اس پر) تین دن کے روزے تو حج (کے دنوں) میں (واجب) ہوں گے اور سات یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں۔

اس آیت میں حج تمتع کا ذکر ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں سب سے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ پہنچ کر عمرہ کرے اس کے بعد احرام کھول دے۔پھر آٹھویں ذوالحجہ یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے اور اسی طریق کے مطابق حج کرے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔گویا حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا اور اس کے بعد نئے احرام کے ساتھ حج کرنا تمتع کہلاتا ہے۔

تمتع کے معنے فائدہ اٹھانے کے ہیں۔حج کرنے والا ایک ہی سفر سے دو فائدے اٹھاتا ہے عمرہ بھی کرتا ہے اور حج مفرد کرنے والے کے لئے دسویں ذوالحجہ کو قربانی ضروری نہ تھی لیکن حج تمتع کرنے والے کے لئے قربانی بھی ضروری ہے۔اس قربانی کو دَمِ تمتع کہتے ہیں۔اگر قربانی نہ دے سکے تو اس کے بدلہ میں دس روزے رکھے ان میں سے تین حج کے دنوں میں یعنی سات، آٹھ اور نو ذوالحجہ کو۔اور سات روزے واپس آکر پورے کرے۔

3۔حج قِران اسے کہتے ہیں کہ شروع میں عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یعنی حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ کہے۔اس طرح احرام باندھنے والا جب مکہ پہنچے گا تو سب سے پہلے عمرہ کرے گا۔اس کے بعد احرام نہیں کھولے گا بلکہ اسی احرام کے ساتھ حج کے مناسک بھی ادا کرے گا۔اور جس طرح اُس نے عمرہ کا اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھا تھا اسی طرح دسویں ذوالحجہ کو دونوں کا اکٹھا ہی احرام کھولے گا۔

متمتع کی طرح قِران کرنے والے کے لئے بھی قربانی ضروری ہے۔اور اگر قربانی میسر نہ ہو تو پھر مذکورہ بالا طریق کے مطابق وہ دس روزے رکھے۔

جنایاتِ حج

جنایۃ کوتاہی اور قانون کی خلاف ورزی کو کہتے ہیں۔حج کے خاص قاعدے اور قانون ہیں جو شخص ان کی خلاف ورزی کرے گا وہ زیر مؤاخذہ ہے جس کی تفصیل کتب حدیث وفقہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔مختصراً یہاں کچھ کوتاہیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

1۔محرم اگر کسی عذر کی بناء پر سلے ہوئے کپڑے پہن لے یا جوئیں پڑ جانے کی وجہ سے اُسے سر منڈوانا پڑے تو اس کوتاہی کے تدارک کے طور پر وہ فدیہ ادا کرے۔ فدیہ سے مراد روزے رکھنا یا غرباء کو صدقہ دینا یا قربانی ذبح کرنا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔

(البقرة: 197)

تدارک کے لحاظ سے فدیہ کا مفہوم بالکل ویسا ہی ہے جیسے نماز میں غلطی کا تدارک سجدہ سہو کرنے سے کیا جاتا ہے۔

2۔ محرم اگر شکار کرے تو بطور کفارہ شکار کی مثل پالتو جانور ذبح کرے مثلاً ہرن مارا تو منٰی کے مذبح میں بکرا یا چھترا ذبح کرے۔اور اگر شتر مرغ کا شکار کیا ہے تو اُونٹ ذبح کرے۔اگر جانور ذبح نہ کر سکے تو چھ مساکین کو کھانا کھلائے۔یہ بھی نہ کر سکے تو تین روزے رکھے۔

بدلہ کا فیصلہ سمجھدار اور جانور کی قدر و قیمت جاننے والے دو ماہرین سے کرایا جا سکتا ہے۔فرمایا:

”اے ایماندارو! تم احرام کی حالت میں شکار کو نہ مارا کرو۔اور تم میں سے جو شخص اسے جان بوجھ کر مارے گا تو جو چارپایہ اُس نے قتل کیا ہے اسی قسم کا جانور اسے بدلہ میں دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل انسان کریں گے اور جسے کعبہ تک قربانی کے لئے پہنچایا جانا ضروری ہوگا اور (اگر اس کی طاقت نہ ہو تو) کفارہ (ادا کرنا) ہوگا۔یعنی چند مسکینوں کو کھانا کھلا دینا اس کے برابر روزے رکھنا تا کہ وہ (مجرم) اپنے کام کے بدانجام کو بھگتے ہاں (جو) پہلے گزر چکا ہے وہ اللہ نے معاف کر دیا ہے اور جو شخص پھر (ایسا) کرے گا اُسے اللہ (اُس کے جرم کی) سزا دے گا اور اللہ غالب (اور برے کام کی) سزا دینے والا ہے۔“

بحری شکار کرنا اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کیلئے جائز کیا گیا ہے لیکن جب تک تم احرام کی حالت میں ہو (اس وقت تک) خشکی کا شکار تم پر حرام کیا گیا ہے اور تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس کے حضور میں تمہیں اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا۔اللہ نے کعبہ یعنی محفوظ گھر (کو) لوگوں کی دائمی ترقی کا ذریعہ بنایا ہے اور (نیز) حرمت والے مہینے اور قربانی (کو) اور جن (جانوروں) کے گلے میں پٹہ ڈالا گیا ہو (ان کو بھی) یہ اس لئے (کیا) ہے کہ تم جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ان سب کو جانتا ہے یاد رکھو کہ اللہ عذاب دینے میں (بھی) سخت ہے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) مہربان (بھی) ہے۔

احرام کی حالت میں طواف زیارت سے پہلے اگر اپنی بیوی سے مباشرت کرلے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور حج کے لئے اگلے سال آنا پڑے گا۔اس سال وہ حج کے بقیہ مناسک ادا تو کرے گا لیکن اس کا حج ادا نہیں ہوگا۔نیز بطور کفارہ اُسے منیٰ کے مذبح میں اُونٹ بھی ذبح کرنا پڑے گا۔

احصار

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اگر کوئی ایسی روک پیدا ہو جائے کہ وہ مکہ جانے اور حج یا عمرہ کے مناسک ادا کرنے کے قابل نہ رہے مثلاً سخت بیمار ہو جائے یا دشمن آگے جانے نہ دے تو ایسا محرم ”ھَدْیْ“ (قربانی کا جانور) ذبح کرے اور اس کے بعد احرام کھولے۔یہ ھدی حرم میں ذبح ہونی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ ج وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَکُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ ط

(البقرۃ: 197)

پھر اگر تم (کسی سبب سے حج اور عمرہ سے) روکے جاؤ تو جو قربانی میسر آئے (ذبح کرو) اور جب تک کہ قربانی اپنے مقام پر (نہ) پہنچ جائے اپنے سر نہ مونڈو۔

(ماخوذ از فقہ احمدیہ عبادات)

اُمّتِ محمدیہ میں ہر صدی میں ظاہر ہونے والے مجددین

پہلی صدی	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ
دوسری صدی	حضرت امام شافعیؒ بعض کے نزدیک حضرت امام احمد بن حنبلؒ
تیسری صدی	حضرت ابوشرحؒ وابوالحسن اشعریؒ
چوتھی صدی	حضرت ابوعبیداللہ نیشاپوریؒ وقاضی ابوبکر باقلانیؒ
پانچویں صدی	حضرت امام غزالیؒ
چھٹی صدی	حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ
ساتویں صدی	حضرت امام ابن تیمیہؒ وحضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ
آٹھویں صدی	حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ وحضرت صالح بن عمرؒ
نویں صدی	حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ
دسویں صدی	حضرت امام محمد طاہر گجراتیؒ
گیارہویں صدی	حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ
بارہویں صدی	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
تیرہویں صدی	حضرت سیّد احمد بریلویؒ
چودھویں صدی	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد اعظم، امام آخر زماں مسیح ومہدی علیہ السلام

میری پیاری امی جان! سیدہ حفیظۃ الرحمٰن

قرۃ العین تالپور، کراچی، پاکستان

تیرے وجود سے رہی چاروں طرف بہار
موسم گئے ہیں کتنے بدل آپ کے بغیر

دنیا فانی ہے مگر اللہ کے کچھ بندے اپنے ربِ رحیم کے فضلوں سے وہ لافانی کام کر جاتے ہیں کہ رہتی دنیا تک یہ کام اُنکے لئے باعثِ ثواب و اجر ہو جاتے ہیں۔ میری پیاری امی جان! سیدہ حفیظۃ الرحمٰن پر رحمان خدا کا خاص فضل تھا کہ وہ فانی ہوتے ہوئے اپنی تحریرات کا ایک ایسا لافانی خزانہ چھوڑ گئی ہیں جو رہتی دنیا تک گھر گھر میں روحانی روشنی پہنچائے گا۔ اُنکا یہ علم صدقہ جاریہ ہے جو کہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے گا اور اُنکے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

میرے نانا جان سید حافظ عبد الرحمان، حافظِ قرآن تھے اور الحمدللہ حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیتِ دعا کا نشان بھی تھے۔ اُن کی پیدائش حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کا ثمر تھی اور اِسکے نتیجے میں میری والدہ کے دادا محترم میر نعمت علی شاہ صاحب نے احمدیت قبول کی اور بڑے جوش و جذبہ سے احمدیت کی سچائی کی گواہی دی۔ اسی لئے تبلیغ امی جان کی عادت میں شامل تھی اور کوئی وقت، کوئی موقع، کوئی جگہ ہو امی جان تبلیغ ضرور کرتی تھیں۔ اسی طرح قرآن پاک سے بے پناہ محبت میری والدہ کو اپنے والد سے ورثے میں ملی تھی۔ قرآن کی محبت اور لگاؤ نے اُنہیں، اپنی جماعتی ذمہ داریوں کے دوران، قرآن پاک کی کلاسیں منعقد کرانے کا موقع دیا اور الحمدللہ کہ آج بھی حیدر آباد اور کراچی میں اُنکی شاگرد بہترین استاد مانی جاتی ہیں۔

پیاری امی جان اللہ کے فضل و کرم سے تہجد گزار تھیں اور اشراق کی نماز بھی اکثر ادا کرتیں۔ امی جان جب کسی کام کے لئے گھر سے نکلتی تھیں دو نفل نماز ادا کر کے جاتی تھیں اور تمام وقت دعائے استخارہ، درود شریف اور ذکرِ الٰہی سے اپنی زبان تر رکھتی تھیں۔ صلوٰۃ التسبیح تو انہیں بے حد پسند تھی۔ اپنی علالت کے باوجود اکثر صلوٰۃ التسبیح ادا کرتیں۔ عموماً نیند میں بھی ذکرِ الٰہی کرتی رہتیں۔ وہ عبادت پر فخر نہیں کرتی تھیں بلکہ اِسے ہمیشہ فضل الٰہی کہتی تھیں۔ حقوق العباد کی ادائیگی اُنہیں ہمیشہ عزیز ہوتی اور قرآن کی ہدایت کے مطابق **ذی القربیٰ والیتٰمی والمساکین** کو درجہ بدرجہ حقوق دیتی تھیں۔

اُنکی تحریر و تقریر پر کیا قلم اُٹھاؤں کہ ہماری جماعت اور غیر از جماعت افراد سبھی نے اُنکے موضوعات کے انتخاب، تحریر کی سچائی اور تقریر کی طاقت کو سراہا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ سیرت رسولؐ پر لکھی گئی کتب **تخلیق اوّل** اور **آئینہء ربوبیت** عشق محمد مصطفیٰؐ میں ڈوبی تحریرات ہیں تو **کلمہء توحید کا سفر** توحید کی راہ میں قربانیاں دینے والوں کی سرگزشت، **قرۃ العین**، **محبوبات**، **دستک** اور **ازالۃ القید** خالصتاً تربیتی کُتب ہیں اور نگینوں کی طرح چمکتے شہدائے احمدیت پر پیاری امی جان کی دو کُتب **نگینے لوگ** حصہ اوّل و دوم شہداء کے خون کو دلی نذرانہ ہیں۔

بیشک اُس رحمان خدا نے ہمیں اپنے فضلوں اور رحمتوں سے ایسی نگینے کی طرح چمکتی دمکتی ماں دی جسکی جگمگاتی کرنیں آج بھی ہمارے وجودوں کو چمکا رہی ہیں۔ آج ہم میں جو بھی نیکی ہے وہ اللہ کا فضل اور ہماری پیاری امی جان کی دعاؤں اور تربیت کا نتیجہ ہے، الحمدللہ۔

میری خوبصورت اور خوب سیرت امی جان کی وجاہت کو اُنکے بزرگوں کی تعلیم و تربیت، پیارے خلفاء احمدیت کی دعاؤں اور برکتوں اور جماعتی تنظیم کی رہنمائی نے چار چاند لگا دیئے۔

اُنکا تربیت کا انداز بہت جداگانہ اور دلفریب تھا۔ محبت و احترام سے بات سمجھاتیں اور اپنے مستقل عمل سے ایک عملی نمونہ پیش کرتیں۔ الحمدللہ کہ

اللہ تعالیٰ کے اُن پر بے شمار فضل تھے اُنکا حوصلہ و ہمت مردوں سے بڑھ کر تھے۔ بیشمار مسائل آئے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے امی جان ہر مسئلہ سے مردانہ وار نبرد آزما رہیں اور اللہ کے فضل سے ہمیشہ کامیاب رہیں۔ بات کی صفائی، ذہن کی مضبوطی، بلند ہمتی و وسیع حوصلگی، نیت کی سچائی، اپنے کام سے لگن، بدعات سے نفرت اور کلمہ حق کا اظہار اُنکی ایسی خصوصیات ہیں جو کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ اِسی طرح اُن میں محبت وایثار قربانی و وفا، صبر ورضا اور حِلم جیسی صفات بھی بدرجہ اتم موجود تھیں۔

اُنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ کے مبارک دور میں آنکھ کھولی اور امی جان کی شخصیت میں یہ سُنہرا دَور ہمیشہ جھلکتا رہا۔ حضور کی نصائح کو امی نے اپنی زندگی کا سرمایہ بنالیا تھا۔ اُنکا ہر کام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قول اور عمل پر منحصر ہوتا تھا۔

اُن میں بہترین انتظامی صلاحیتیں تھیں جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شفقت، تربیت اور محبت کی دین تھیں۔ الحمد للہ کہ مولا کریم نے اُنہیں خدمت کے یادگار مواقع فراہم کئے۔ جماعتی ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں پورا کرنے پر حضورؓ نے اُمّی جان کے لیے ہمیشہ خوشنودی کا اظہار کیا اور اُنکو دعائیں دیں، جو کہ اللہ کے فضل وکرم سے پیاری امی کے حق میں لفظ بلفظ پوری ہوئیں مثلاً جب امی جان بی۔اے میں فیل ہوئیں اور بہت دلبرداشتہ ہو کر حضور سے دعا کی درخواست کی تو حضور نے فرمایا کہ تم ضرور کامیاب ہوگی اور اللہ کے فضل و کرم سے تمام جماعتیں پاس کرلوگی۔ یہ اللہ کا فضل رہا کہ اُنہوں نے دنیاوی تعلیم کی تمام جماعتوں میں کامیابی حاصل کی اور ایم۔اے کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اوّل آئیں، الحمد للہ۔

اِسی طرح ایک اور قبولیتِ دعا کا واقعہ جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطباتِ جمعہ میں کیا وہ ہمارے سارے خاندان کے لئے ایمان افروز ہے کہ امی جان کے والد حافظ عبدالرحمان نے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے امی کے ایف۔اے کے امتحانات میں کامیابی کے لئے درخواستِ دعا کی جس پر مولوی صاحب نے ازراہِ شفقت طویل دعا کروائی اور ایک خاص کیفیت تھی جو مولوی شیر علی صاحبؓ پر طاری تھی۔ دُعا کے بعد اُنہوں نے فرمایا کہ انشاء اللہ بچی کامیاب ہوجائے گی۔ اور اللہ کے فضل سے ایسا ہی ہوُا ہماری اُمّی جان پورے ضلع میں فلاسفی کے امتحان میں اوّل آئیں، الحمد للہ۔

اور پھر یہ دعائیں جو عظیم المرتبت بزرگوں نے کیں اللہ نے اِس شان سے پوری کیں کہ ہماری امی جان کو اللہ تعالیٰ نے جماعت کی خدمت اور خلافت سے عقیدت کا بے پناہ موقع دیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور میں امی جان کی تقریباً تمام کُتب شائع ہوئیں۔ ایک ملاقات کے دوران بمقام لندن فرمایا "آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی کُتب نے تو باغ و بہار لگا دی ہے"۔ الحمد للہ کہ میری پیاری امی جان اپنی حیات میں ہی اپنے پیارے خلفاء کا اتنا بہت سا پیار پاگئیں کہ دنیا کی مادی اشیاء اُنکے لئے بے قیمت ہوگئیں۔ زیورات ہوں یا لمبی گاڑیاں بڑے بڑے گھر ہوں یا عیش کا سامان اُنکو کسی شے سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ علم کا حصول اور علم کو پھیلانا اُن کی زندگی کے مقاصد تھے اور انہی باتوں کی دوسروں کو نصیحت بھی کرتی رہتی تھیں۔ کسی کے علم سے تو وہ متاثر ہوجاتی تھیں مگر کوئی اُنہیں اپنی دولت وشان سے متاثر کرلے یہ ممکن نہ تھا۔

میری امی جان کی میرے باباجان میر مبارک احمد تالپور سے محبت مثالی تھی اسی طرح اپنی بہنوں، اُنکے بچوں، اپنے سسرال، ہمسائے، دوست، واقف کاروں سب سے محبت اُنکا شعار تھی۔ اُنکی یہ محبت سب کے دُکھوں کو بانٹنے، تکلیفوں کو راحتوں میں بدلنے، ضرورتوں کو پورا کرنے اور سب کے لئے دعاؤں میں لگے رہنے میں کام آتی تھی۔ الحمد للہ کہ ہمیں بھی امی نے ایسی محبت دی کہ جس محبت نے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُسکے پیارے رسول ﷺ کے بیحد قریب کردیا اور دین کی راہوں کو سمجھنے کے قابل بنادیا۔ اُنہوں نے اولاد کی محبت کو کبھی بھی اپنے ایمان کے لیے فتنہ نہ بننے دیا، ہماری تعلیم ہو یا ملازمتیں، رشتے ناطے ہوں یا شادیاں وغیرہ، سب موقعوں پہ ایمانداری، سچائی اور نیک نیتی اُنکی ہمراہی رہیں، ہمیشہ کہتی تھیں کہ اپنی اولاد کو امتحانوں میں بے ایمانی سے پاس کروانا، رشوت دے کر ملازمت دلانا، کم عمر بتا کے رشتہ طے کروانا وغیرہ وغیرہ سب ایسے ہی ہیں جیسے اپنی اولاد کو زندہ زمین میں گاڑ دینا بلکہ یہ سب جھوٹ اور بے ایمانی تو اُس سے بھی بدتر ہے کیونکہ زمین میں دفن تو کوئی ایک بار ہوتا ہے مگر اِس قسم کی بے ایمانیوں سے انسان خود، اُسکا خاندان بلکہ پورا معاشرہ ایک ناسور بن

جا تا ہے جو دوسروں کے ایمان کے لیے ٹھوکر کا باعث بنتا ہے۔

یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ امی جان میں بدعات کے خلاف جہاد کا جذبہ ہردم موجزن رہتا تھا۔ فیشن پرستی، دولت کی نمود و نمائش اور دنیاداری سے اُنہیں سخت بیزاری ہوتی تھی۔ سادگی کو بیحد پسند کرتی تھیں بات کو آسان، سیدھے اور صاف لفظوں میں بیان کرتی تھیں، حساب کتاب کے بارے میں ہمیشہ صاف اور واضح بات کرتیں۔ غریبوں، مسکینوں اور محنت کشوں سے اُنکی محبت قابلِ دید ہوتی تھی۔ سردیوں میں پڑوس میں کام کرنے والے مزدوروں کو بھی چائے بھجواتیں۔ صدقے کا بکرا اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتی تھیں۔

گھر والوں اور رشتے داروں کو تحائف دینا اُنہیں بہت پسند تھا مگر اُس میں بھی سادگی اور اپنا پن قائم رکھتی تھیں۔ میں نے کبھی اُنہیں بناوٹی انداز اختیار کرتے نہیں دیکھا کہ اس بات پر پریشان ہوں یا ہمارے والد کو پریشان کریں کہ مجھے فلاں کو مہنگا تحفہ دینا ہے یا اپنے لئے کوئی مہنگی چیز لے کر دوسروں پر سبقت لینی ہے۔ ایسی باتیں کر کے اکثر بیویاں اپنے خاوندوں کو غلط پیسہ کمانے پر مجبور کر دیتی ہیں مگر میری پیاری امی جان ہمیشہ اپنی نظر اُس زندگی پر رکھتی تھیں جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے جہاں انسان کو اُسکے کثرت مال اور کثرت اولاد سے نہیں بلکہ اسکے نیک اعمال سے جانا اور مانا جائے گا وہ اُس زندگی کی تیاری میں رہتی تھیں۔

گھر کا کام امی ہمیشہ دلچسپی اور عمدگی سے کرتی تھیں۔ اپنی تصنیفات میں انہماک سے مصروف ہونے کے باوجود ایک نہ ایک گھریلو کام ضرور کرتیں اور کہتی تھیں کہ کھانا بھی تو حلال کرنا ہے۔ کام کرتے ہوئے وہ ہمہ وقت درود شریف ﷺ پڑھتی رہتی تھیں۔ جب بھی اُن کی کوئی کتاب شائع ہوتی سب سے پہلے حضور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں بھجوا دیتیں۔ پھر تمام رشتے داروں، لجنہ اماء اللہ کی ساتھیوں، مربی صاحبان اور مذہبی کتابوں سے لگاؤ رکھنے والے احباب کو تحفہ کے طور پہ تقسیم کر دیتیں۔

نومبر 1994 میں لاہور قیام کے دوران اُنہیں عارضہ قلب ہوا اور ایک لمبا عرصہ بیماری کا آیا اور اُنہیں بہت سے ایسے کاموں سے فرصت لینی پڑی جو اُنکی دلپسند مصروفیات تھیں یعنی تصنیف کتب اور لجنہ اماء اللہ کے کام۔ مگر ایک مصروفیت ایسی ہے جس کے لئے ربّ کریم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور وہ ہے عبادتِ الٰہی۔ سو میری امی جان نے اپنی عبادتوں کو ہمیشہ سرسبز رکھا الحمدللہ۔

میں نے اپنی پیاری امی جان پر بے پناہ مسائل کو حملہ آور ہوتے دیکھا ہے۔ ایسے مسائل جو مردوں کو بھی ناتواں اور کمزور کر دیتے ہیں پر امی نے اُن مسائل کا نہ صرف سامنا کیا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انکو شکست بھی دی۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بے مثال والدہ کے گھر پیدا کیا اس بات پر میں اپنے مولا کی ہمیشہ شکر گزار رہوں گی اور دُعا گو ہوں کہ اَے رحمان!! اُس پیاری ہستی کو جو کہ تو نے ماں جیسی نعمت کے طور پر ہمیں عنایت کی، ہمیشہ ہمیش اپنے پاس پھولوں کی طرح رکھنا، اُنہیں قُربِ رسول پاکؐ سے نوازنا اور اُنکی روح پر اسی طرح اپنی رحمت کی نظر کرنا جس طرح وہ ہم پر اپنی محبت کی نظر کرتی تھیں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ، آمین ثم آمین۔

دلچسپ احادیث

ایک عورت اپنا بچہ جھولی میں ڈالے آگ جلا رہی تھی۔ آگ کے شعلے بلند ہونے پر بچہ کو آگ کی گرمی سے بچانے کیلئے گود میں چھپا کر پیچھے کر لیتی۔ حضورؐ نے فرمایا: ’’کیا یہ ماں بچہ کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟ خدا بندہ کو ماں سے ستر گنا زیادہ محبت کرتا ہے۔ خدا صرف شرک برداشت نہیں کرتا اس لئے مشرک کو ہی جہنم میں پھینکے گا۔‘‘

ایک جنگ میں ایک ماں اپنے گم شدہ بچہ کو ڈھونڈ رہی تھی۔ جب وہ کوئی بچہ دیکھتی تو اسے پیار کرتی اور پھر اُسے چھوڑ کر دیوانہ وار بھاگتی ہوئی اپنا بچہ تلاش کرتی۔ جب اُسے اپنا بچہ مل گیا تو سکون سے سینہ سے لگا کر بیٹھ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جب کوئی گنہگار انسان خدا کے حضور جھکتا ہے تو خدا کو اس ماں سے ستر گنا زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

ایک صحابی گھونسلہ میں سے کسی پرندے کے بچوں کو اپنی جھولی میں ڈال کر حضورؐ کو دکھانے لائے تو بچوں کی ماں جو سر پر منڈلا رہی تھی جھولی کھولنے پر جھپٹ کر بچوں سے لپٹ گئی حضورؐ نے فرمایا کہ ’’خدا اِس ماں سے ستر گنا زیادہ محبت اپنے بندوں سے کرتا ہے۔ کیا خدا مصیبت میں اپنے بندوں کو چھوڑ دے گا؟‘‘

(قبولیت دعا کے راز صفحہ 45-46)

اسے کہنا دسمبر آ گیا ہے

(جلسہ سالانہ کی پُر کیف یادوں کا مہینہ)

دُنیا بھر کے احمدیوں، خصوصاً اہلِ ربوہ کیلئے دسمبر سردی، دُھند اور کہر میں لپٹے کسی موسم کا نام نہیں بلکہ روح تک کو پگھلا دینے والی یادوں کی تمازت کا نام ہے اور آئینوں جیسی صاف شفاف للہی محبتوں کی دل گداز بازگشت کا موسم ہے۔ دسمبر جو کبھی سال بھر کے مہینوں کا مہینہ ہُوا کرتا تھا اور سال کے سارے موسم اسی ایک محور کے گرد گھوما کرتے تھے اور اب۔۔۔ اب دسمبر وقت کے لئے ایک ایسے پڑاؤ کا عنوان ہے جہاں مسافر کارواں اترتے رہے اور یادوں کے الاؤ کچھ اس اہتمام کے ساتھ روشن کر کے رخصت ہوئے کہ یہ چنگاری بجھتی ہی نہیں۔ یہ روشنی مدہم ہوتی ہی نہیں۔

ربوہ کا موسم اپنی زبان حال سے ہمیں سمجھایا کرتا تھا کہ غریب دلہن کی سجاوٹ کیا ہوتی ہے۔ شہروں کا یہ شہر اپنے جلسہ سالانہ کے لئے گویا ایک انگڑائی لے کر بیدار ہوتا تھا اور اپنے مہمانوں کے سواگت کے لئے یہ غریب دلہن بہت پہلے سے ہی سجنا شروع ہو جاتی تھی۔ تب آج جیسی امارت اور چکا چوند تو یقیناً نہیں تھی لیکن جذبے اور سلیقے کی امارت بہت تھی جس کی نمائش قدم قدم پر اور دل کھول کر کی جاتی تھی۔ جماعتی عمارات اور مکانات وغیرہ کی تعمیر تزئین تو ہوتی تھی، بے شمار غریب مکان بھی جیسے گھر بننے کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے تھے۔ سال بھر سے نظر انداز کئے ہوئے چھوٹے چھوٹے کام شروع ہو جاتے۔ حسب توفیق مرمت و آرائش اور رنگ و روغن کا اہتمام ہونے لگتا۔ اور کچھ نہیں تو دیواروں کو سفیدی تو ضرور ہی نصیب ہو جاتی تھی۔ کچن کو سٹور اور سٹور کو کمرہ بنا کر مہمانوں کیلئے زیادہ سے زیادہ گنجائش پیدا کی جاتی۔ مزید تعمیر کی توفیق یا وسعت نہ ہوتی تو صحن میں ایک دو خیمے ایستادہ کر لئے جاتے تھے۔ گھر میں موجود بستروں، رضائیوں، چارپائیوں کا شمار ہونے لگتا تھا۔ نئی پلیٹوں، پیالیوں کی فکر ہوتی۔ لنگر سے کھانا لانے کیلئے نئی بالٹیاں اور ''پونے'' خریدے جاتے تھے۔ گھروں سے باہر اجتماعی وقار عملوں سے کچی سڑکیں اور ناپختہ گلیاں صاف اور ہموار ہونے لگتی تھیں۔ درختوں، پودوں کی کٹائی چھدرائی ہوتی، جھاڑ جھنکار ہٹایا جاتا، مسلسل چھڑکاؤ ہوتا اور دنوں میں سارا شہر اُجلا اُجلا اور نکھرا نکھرا نظر آنے لگتا۔ شہر بھر کی فضا جیسے نیا پیرہن پہن لیتی اور سارے مکان اور ان کے مکین جیسے زندگی کے کسی اور ہی رنگ میں رنگین ہو جاتے تھے۔ سارے بام و در اور سارے گھر سج کر اور گویا منڈیروں پر دیئے جلا کر کسی کی راہ تکنے لگتے تھے۔

جوں جوں دسمبر آگے بڑھتا، لگتا کہ شہر ہر روز ایک نئی کروٹ بدل رہا ہے۔ رفتہ رفتہ ساری فضا میں کسیر (پرالی) کی خوشبو کو لانے والے اونٹوں کی گھنٹیوں کا نغمہ فضا میں گونجنے لگتا۔ کھلے میدانوں میں شامیانوں اور خیموں کے رنگ پھیل جاتے۔ چھوٹے چھوٹے عارضی غسل خانوں کی قطاریں نمودار ہو جاتیں۔ گھروں، بازاروں میں ہر دن کے ساتھ گہما گہمی اور رونق بڑھنے لگتی تھی۔ گولبازار کے سب سے نمایاں کارنر پر شیزان کا بہت بڑا سٹال ایستادہ ہو جاتا اور عارضی طور پر بنائے گئے بڑے بڑے ریسٹوران سج جاتے تھے۔ پھر دسمبر کا آخری عشرہ شروع ہو جاتا اور وہ دن آ جاتے کہ گویا ع

دن گنا کرتے تھے جس دن کے لئے

21 دسمبر جلسہ سالانہ کے صحن میں ڈیوٹیوں کے باقاعدہ آغاز کی تقریب ہوتی جس میں خلیفہ وقت بنفسِ نفیس تشریف لا کر خطاب فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے، اس آغاز کے ساتھ ہی بے شمار روشن چہروں والے نوجوانوں کے کندھوں پر اپنی اپنی مجوزہ خدمت کے ''بلے'' سج جاتے اور گویا اگلے ہفتہ عشرہ کے لئے ہر قسم کے آرام و آسائش سے بے نیازی اور صرف خدمت خدمت اور خدمت کا بگل بج جاتا تھا۔ معزز مہمانوں کی آمد بڑھ جاتی تو ریلوے اسٹیشن اور لاری اڈہ پر استقبالیہ کے دفتر قائم کر دیئے جاتے تھے۔ مہمانوں اور ان کے گول مول سے لپٹے ہوئے بستروں سے بھری ہوئی بسیں آتیں تو فضا دعائیہ اور

استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھتی۔ خدام و اطفال لپک کر آگے بڑھتے اور اپنی جسامتوں سے بڑے اور طاقتوں سے وزنی بستر اٹھانے کی کوشش کرتے تو مہمانوں کی محبتیں اور میزبانوں کی مسکراہٹیں دیدنی ہوتیں۔ دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے ایک کونہ میں ''معلومات وگم شدہ اشیاء'' کا دفتر قائم کر دیا جاتا تھا۔ جہاں سے دن رات نظمیں، استقبالیہ کلمات اور اپنے بچوں اور سامان کی خاص حفاظت کرنے کے اعلانات گونجتے رہتے تھے۔ سڑکوں پر مہمانوں کا ہجوم بڑھتا تو کنوؤں اور مالٹوں کے ڈھیر اور سرما کے خشک میووں سے لدی ہوئی ریڑھیاں بھی کہیں سے نمودار ہو جاتیں۔ ادھر ربوہ بھر میں پھیلے ہوئے لنگر خانوں کے اندر سے بڑے بڑے آلو گوشت کے سالن اور نہایت مخصوص ذائقہ والی دال کی اشتہاء انگیز خوشبو اٹھنے لگتی تو باہر ہاتھوں میں بالٹیاں اور پونے لے کر کھڑے ہوئے خوش بخت میزبانوں کی لمبی قطاریں نظر آنے لگتی تھیں۔

26، 27، 28 دسمبر کے دن آتے تو گویا مسافر اس منزل کو پالیتے جس کے لئے طویل فاصلوں کے سفر کئے گئے تھے اور جیسے وہ شمع روشن ہو جاتی جس کے لئے نقد جاں ہتھیلیوں پر لئے پروانے ایک عمر سے سرگرداں تھے۔ بیت اقصیٰ کے سامنے وسیع و عریض جلسہ گاہ میں مردوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہو جاتا اور خلافت لائبریری کے عقب میں زنانہ جلسہ گاہ سے مستورات اور بچوں کا خوشگوار شور سنائی دینے لگتا تھا۔ وجد و کیف اور وارفتگی کا ایک عجیب عالم طاری ہو جاتا تھا اور ساری فضا نعرہ ہائے تکبیر و توحید سے گونج اٹھتی تھی اور یہ تین دن دلوں کی سماعت اور روحوں کی بصارت کے ساتھ وجد آفرین فرمودات سنتے اور روح پرور نظارے دیکھتے ہوئے گویا لمحوں میں گزر جاتے تھے۔ دلوں کے گداز اور روحوں کے اتصال کی ان کیفیات کو لفظوں میں بیان کرنا حقیقتاً ناممکن ہے۔ عجز بیان مانع نہ ہو تو فور جذبات سے ہی قلم گنگ ہو کر رہ جاتا ہے ؎

بس میں نہیں جذبات نہ پوچھو
اس موسم کی بات نہ پوچھو

پھر وہ وقت بھی آجاتا کہ مسکراتے چہروں کے ساتھ آنے والے مہمان نمناک آنکھوں کے ساتھ رخصت ہونے لگتے تھے۔ یہ اہل ربوہ کے لئے بڑا مشکل وقت ہوتا تھا۔ گویا ایک پاکیزہ نشہ میں سرشاری کی کیفیت ختم ہوئی اور گہری اداسی کے طویل دن شروع ہو گئے۔ بہت دن تک دل و دماغ رنجور اور طبیعتیں اچاٹ رہا کرتی تھیں۔ کوئی ہجر و وصال کا فلسفہ بیان کرنے کی کوشش کرتا تو آنکھیں بھیگ جایا کرتیں۔ اداس پھرنے والوں، یاد رکھنے والوں، محبت کرنے والوں اور دعائیں دینے والوں کو صرف یہ یاد دلانا ہے کہ ''دسمبر آگیا ہے''

(روزنامہ الفضل 23 دسمبر 2004 مبشر احمد محمود صاحب)

ربوہ میں خلیفہ وقت کی موجودگی اور بالمشافہ ملاقات سے محرومی اور جماعت اور دیگر ممالک جو پاکستان بھر کے صوبوں سے ایشیا، افریقہ، یورپ، امریکہ، انڈونیشیا، شرق اوسط اور آسٹریلیا سے جلسہ سالانہ پر بھاگے چلے آتے تھے۔ وہ محبت کا اک دریا تھا۔ ایک میٹھا چشمہء آب حیات تھا جو سب کے دلوں کو گرما دیتا تھا۔ عجیب کیف و سرور اور جذبہ تھا ایک عجیب دلفریب نظارہ تھا۔ جلسہ سالانہ ربوہ کیا تھا؟ جنت کا ایک حسین نظارہ کہوں تو بجا ہوگا۔ احباب کی وہ سادگی مگر وہ کمال شان و شوکت جو کل عالم میں ڈھونڈے سے نہ ملے۔ وہ عظمت وجلال کہ بس ہر طرف خدا ہی خدا اور نور ہی نور جو نظروں کو خیرہ کرتا اور ایسی محبت میں باندھتا چلا جاتا جو عمر بھر جدا نہ ہو سکے بلکہ ہر آن اس کی یاد تڑپاتی اور بڑھتی رہتی۔ جلسہ سالانہ کا نام سن کر ساری یادیں لوٹ کر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔۔۔ کیسے نعرے لگانا۔ کیسے حضور سے ملاقات کا انتظار کرنا۔ کیسے نماز کے لئے دوڑنا۔ اور خدام کا محبت بھرے نعروں سے استقبال اور اس سے بھی زوردار نعروں سے رخصت کرنا۔ واپسی پر راستہ میں جلسہ کی نظموں والی کیسٹوں سے دل بہلانا۔ یہ روح پرور رنگ و نور کے نظارے آج بھی دل میں اسی طرح تر و تازہ ہیں۔ جلسہ سال بھر کا اہم ترین واقعہ ہوتا۔ سال بھر انتظار رہتا لیکن تیزی سے گزر جاتا اور یوں لگتا کہ ابھی شروع ہوا تھا اور ابھی ختم ہو گیا ؎

وہ سرزمیں کبھی جو بے آب و گیاہ تھی
جس پر کبھی کسی نے ہرگز نہ کی نگاہ تھی
آج اس زمیں کی مٹی سونا اُگل رہی ہے
تعریف ہر زباں سے اس کی نکل رہی ہے

(کیپٹن عبدالحمید صاحب۔ کوئٹہ)

(بحوالہ ربوہ دارالھجرت صفحات 303-306)

****

امن کی علمبردار اُمت کے گمراہ عناصر

محمود بن عطاء (ٹیکساس)

کرۂ ارض پر اس وقت 6 بلین سے زائد لوگ رہ رہے ہیں۔ان میں سے بہت سے مختلف مذاہب وادیان سے وابستہ ہیں۔دہریہ اور لامذہب لوگوں کی بھی کمی نہیں زیادہ تر لوگ پیدائشی طور پر اپنے والدین کے مذہب سے وابستہ ہیں یا پھر اپنی دلچسپی کے پیشِ نظر کسی نہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ پیروکار اپنے اپنے مذہب کو سچا سمجھتے ہیں اور اس کی تعلیمات کی اچھائیوں کا ذکر کرتے ہیں۔مزید برآں اب تقریباً رواج ہو گیا ہے کہ لوگ امن عالم کے حوالے سے اپنے ہی مذہب کو صلح اور آشتی کا مذہب قرار دیتے ہیں۔سوچا جائے تو کوئی مذہب بھی ظلم اور چیرہ دستی کی تعلیم نہیں دیتا نہ ہی یہ سکھاتا ہے کہ چوری چکاری یا بدکاری کرو۔نہ ہی فتنہ وفساد کی شان میں قصیدے پڑھے گئے ہیں سب مذاہب ہی بدی اور برائی کی مذمت کرتے ہیں پھر بھی موازنہ اور مقابلہ سے فرق واضح ہو جاتا ہے۔مذاہب کی الہامی کتابوں میں مندرج تعلیمات کے موازنہ، مساواتِ انسانی کے نظریہ اور مذہبی رواداری کے حوالے سے حضرت نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں بہت سا تائیدی مواد پیش کر کے میں اسلام کی فوقیت ثابت کر سکتا ہوں مگر مجھے پہاڑ جیسی ایک مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر اسلام واقعی ایسا ہی امن پسند دین ہے تو دہشت گردوں اور خودکش حملہ آوروں کا گروہ کس اسلام کی نمائندگی میں ان انسانیت کش جرائم کا تسلسل سے ارتکاب کر رہا ہے اور اپنے جرائم کی تائید میں کس قرآن وحدیث کے حوالے فرفر سناتا ہے؟

ایک نمایاں فرق

اپنے دل کو تسلی دینے کیلئے میں کہتا ہوں کہ اس قسم کے مذہبی جنونی تو ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں مگر مرے دل کو اس جھوٹی تسلی سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا کیونکہ کسی اور مذہب کے پیروکار اس وسیع پیمانے پر دہشت گردی میں ملوث نہیں اور پھر وہ اپنی ان حرکات کو فخر کے ساتھ اپنے مذاہب کی طرف منسوب نہیں کرتے نہ وہ خود یہ نسبت استوار کرتے ہیں نہ عالمی میڈیا۔دوسرے مذہب کے پیروکار اس قسم کے اقدامات کو سیاسی انتقام یا افراد کا بہادرانہ ایثار قرار دیتے ہیں مگر مسلمان دہشت گرد اسے ''شہادت'' کہتا ہے۔ان اقدامات کا قرآن و حدیث سے جواز پیش کرتا ہے اور حیات آخرت میں طرح طرح کے انعامات کا ذکر کرتا ہے ایسے خودکش حملہ آور کو لوگ ہیرو سمجھتے ہیں اس قسم کی دہشت گردی کی وارادت کرنے والوں کو ''مجاہدین'' قرار دیا جاتا ہے اگر وہ ایکشن میں کام آجائیں تو ان کی قبروں پر سبز چادریں ڈالی جاتی ہیں میں نے ایک ٹی وی خبر نامے میں ایسی ایک قبر کے کتبے پر ستر حوروں کا شہزادہ کا وجد آفرین طغرہ دیکھا۔خودکش حملہ آور کی ویڈیو بنائی جاتی ہے اس کے سر پر کلمہ طیبہ کی پٹی باندھی جاتی ہے اس کے ہاتھ میں قرآن تھمایا جاتا ہے اس کی ماں اسے دہشت گردی پر روانہ کرتے وقت چومتی چاٹتی ہے۔غرض بڑے دھوم دھام سے ویڈیو بنتی ہے آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کسی اور مذہب میں دہشت گرد یا خودکش کو ایسا مقام اور مرتبہ دیا جاتا ہے؟ یہ فوٹوشوٹ آپ کو صرف اسلام میں نظر آئے گا۔

دین کے نام پر گمراہی

جس قرآن وسنت کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور مجھے اعتراف ہے کہ میں نے کسی دینی مدرسے میں زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا اس میں ان ڈراموں کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی خودکش حملہ آوروں اور دہشت گردوں کیلئے ستر یا بہتر حوریں منتظر بیٹھی ہیں۔میں بانگ دہل کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی بہت بھاری اکثریت امن اور صلح میں یقین رکھتی ہے۔علماء کرام کی اکثریت بھی قرآن و سنت کی اصل تعلیمات پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے البتہ سیاست میں ملوث مُلّاں اپنے سیاسی مفادات اور ہوس اقتدار کیلئے انتہا پسندوں اور دہشت گردوں سے ساز باز کرتے رہے ہیں اور ان عناصر سے گٹھ جوڑ کرتے ہیں اور اس طرح اسلام کیلئے بدنامی کا ماحول فراہم کرتے ہیں۔حضرت نبی کریم ﷺ نے اسلام

اور اہل اسلام کی کمزوری اور خرابی کے ایک دَور کا ذکر فرمایا ہے ایک حدیث میں یہ نقشہ کھینچا گیا ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''ایک وقت ایسا آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن مجید صرف حروف کی شکل میں ہی باقی رہ جائے گا، مسجدیں نمازیوں سے آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی، مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے، تمام فتنے ان سے نکلیں گے اور ان کی طرف واپس لوٹیں گے۔''

(شعب الایمان ، امام بیہقی جزو ثانی، صفحہ311، دار الکتب علمیه، بیروت ، لبنان)

غور فرمایئے کتنا خوفناک سیناریو ہے لیکن اس صورتحال سے خدا کے سچے اور آخری دین پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اسلام ہی خدا کا پسندیدہ دین ہے مگر بعض مسلمان کہلانے والوں کا گمراہ ہو کر اس سے دُور جا پڑنا ان کی اپنی بدقسمتی ہے اس مرحلہ پر میں دہشت گردوں اور خودکش حملہ آوروں کی چند مثالیں پیش کرنے پر مجبور ہوں۔

11 ستمبر 2001 کو امریکہ میں 19 ہائی جیکروں نے جو ہولناک دہشت گردی کی اس میں تین ہزار سے زائد 80 قومیتوں کے لوگ مارے گئے یہ سب حملہ آور نوجوان مسلمان تھے ان میں سے 15 کا تعلق سعودی عرب سے تھا، چند جاہل انہیں یہودی قرار دے رہے تھے مگر القاعدہ انہیں بار بار اپنا چکی ہے، اپنے ویڈیوز میں خراجِ تحسین ادا کر چکی ہے۔ 7 جولائی 2005 کو 4 پاکستانی نژاد برطانوی مسلمان نوجوانوں نے برطانیہ کی ریلوے سسٹم اور بس پر خودکش حملے کر کے 52 مسافر ہلاک اور 700 زخمی کر دیئے ان حملہ آوروں میں سے 2 پاکستان آئے القاعدہ نے ان کی بھی ویڈیوز جاری کیں۔ اسپین کے دارالحکومت میڈرڈ کے ریلوے اسٹیشن پر دہشت گردی کے ذمہ دار بھی مسلمان ہی تھے اس میں 199 مسافر ہلاک اور 1500 زخمی ہو گئے ان پر القاعدہ اور جہادی مسلمان فخر کرتے ہیں۔ القاعدہ نے اس سفاکی کی بھی ذمہ داری قبول کی۔ کینیڈا میں دہشت گردی کی ایک خوفناک سازش بے نقاب کی گئی 17 مسلمان حراست میں ہیں۔ انہوں نے کینیڈین پارلیمنٹ کو بم سے اڑانے اور وزیر اعظم کو گرفتار کر کے اس کا سر قلم کرنے کی سازش تیار کی تھی۔ یہ لوگ اپنی پیدائش کے ممالک میں پارلیمنٹ کی بالادستی چاہتے ہیں مگر جس ملک نے انہیں سیاسی پناہ دی ہے اس کی پارلیمنٹ کو دھماکے سے اڑانا چاہتے ہیں اس سے ان کی اخلاقی قدروں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امریکہ، برطانیہ، اسپین، کینیڈا تو کافروں کے ملک ہیں، ان کے علماء اور فقہا کے نزدیک دارالحرب کے ذیل میں آتے ہیں لیکن ان جہادی بھلا مانسوں نے انڈونیشیا، افغانستان، عراق، پاکستان، یمن، سعودی عرب، مصر، الجیریا، صومالیہ وغیرہ میں کیا کیا ہے جو سب کے سب اسلامی ممالک ہیں۔

6 ستمبر 2007 کو جرمنی میں دہشت گردی کی ایک اور سازش بے نقاب ہوئی ہے وہاں اسلامک جہاد یونین کے 3 ارکان کو حراست میں لے لیا گیا ہے ان میں سے دو جرمن نومسلم ہیں اور تیسرا ترک باشندہ ہے۔ جرمن پولیس 6 ماہ تک ان ملزموں پر نظر رکھے ہوئے تھی ان ملزموں نے بھی ہائیڈروجن پراوکسائیڈ کا ذخیرہ کیا۔ یہی کیمیائی مادہ برطانیہ اور اسپین کی دہشت گردی میں استعمال کیا گیا تھا۔ یہ مادہ بم بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ان 3 نوجوانوں میں سے 2 نے پاکستان جا کر القاعدہ کے دہشت گردی کے مراکز میں عسکری تربیت حاصل کرنے کا اعتراف کر لیا ہے۔ کیا ہم اسے بھی یہود اور ہنود کی سازش قرار دیں گے؟

جرمنی کا اسلام کے نام پر کی جانے والی دہشت گردی سے ایک تاریخی تعلق ہے۔ 11 ستمبر 2001 کی دہشت گردی (جو نائن الیون کے نام سے یاد کی جاتی ہے) کا ماسٹر مائنڈ عطا محمد جرمنی کے شہر ہمبرگ میں مقیم رہا ہے وہاں اس نے اس سازش کی منصوبہ بندی کی۔ جرمنی میں قیام کے دوران عطا محمد صاحب نے ڈاڑھی بھی بڑھا رکھی تھی۔ نورانی صورت نماز، روزہ کی پابندی لیکن امریکہ آ کر ڈاڑھی کا صفایا اور نماز روزہ کی جگہ شباب و شراب اور عریاں رقص کی طرف طبیعت مائل ہو گئی۔ مگر نائن الیون کی دہشت گردی کے وقت اُن کی وصیت ملاحظہ فرمایئے کس جوش و خروش سے جہاد کی تلقین فرما رہے ہیں! یہ سب کچھ ''برین واشنگ'' کا کمال ہے۔ علامہ اقبال نے ضرب کلیم کی ایک نظم میں سلف صالح کے مسلمان کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے ۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

لیکن دورِ حاضر کے جہادی دہشت گرد کا حلیہ کچھ یوں نظر آتا ہے ۔

کلاشنکوف، ٹی ٹی ، گرنیڈ و راکٹ لانچر
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ایک افسوسناک قدرِ مشترک

جیسے کہ عرض کر چکا ہوں دہشت گردی کی بہت سی وارداتوں میں حصہ لینے والوں کے بارے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ انہیں کسی نہ کسی وقت پاکستان آنے اور دینی مدرسوں یا القاعدہ کے عسکری تربیتی مراکز میں جانے کے مواقع ملے اس وجہ سے پاکستان کا نام بار بار ان وارداتوں کے حوالے سے سامنے آتا رہا۔اس قدرِ مشترک پا تو ادبر مغرب میں Think Tanks کے ماہرین گہری تشویش کا اظہار کر رہے ہیں۔حکومت پاکستان اور ملک سے حقیقی ہمدردی رکھنے والے عناصر بجا طور پر فکر مند ہیں مگر مُلّا اور ان کے حاشیہ نشین خوش ہیں کہ یہود و نصاریٰ قلعہء اسلام کی ہیبت سے تھر تھر کانپ رہے ہیں یہ اپنی اپنی سوچ کی بات ہے یہ تشخص کہ ہم دہشت گردی میں صف اوّل میں شامل ہیں یا سرفہرست ہیں کوئی قابل فخر بات نہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت پاکستان کا قصور ہے کہ مولویوں کی خوشامد کیلئے اس قسم کے بیان دیتی رہتی ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس سب سے بڑی NGOs ہیں۔اس خوشامد کا نقد معاوضہ یہ ملتا ہے کہ آئے دن دینی مدرسوں کے بے لگام طالب علم حکومت کو تحفظ مدارس دینیہ کے نام پر نکالے جانے والے جلوسوں میں بے نقط سناتے ہیں۔میں تسلیم کرتا ہوں کہ تمام دینی مدرسے دہشت گردی میں ملوث نہیں سب پر دہشت گردی کا لیبل لگانا ناانصافی ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض دینی مدارس دہشت گردی کا گڑھ ہیں ان کا خاتمہ ہونا چاہیئے یا کم از کم ان کی دہشت گردی کا سدِ باب ہونا چاہیئے مگر اس کیلئے کمال اتاترک کا قلب و جگر درکار ہے۔

عالمی میڈیا اور دانشوروں کے تحقیقی مراکز پاکستان کے حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں سب سے بڑا دردِ سر یہ ہے کہ ایٹمی اثاثوں پر مولویوں کی نظر ہے، قدیر خان صاحب کی وجہ سے پہلے ہی بہت بدنامی ہو چکی ہے آئے دن اخبارات و جرائد میں پاکستان کے بارے میں تبصرے اور خبریں چھپتی رہتی ہیں۔بڑے بڑے اخبارات و رسائل ، نیو یارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، نیوز ویک، ٹائم وغیرہ تو الگ اب مذہبی رسائل و جرائد بھی اس دوڑ میں شامل ہو گئے ہیں۔اس وقت ماہانہ Good News کا ستمبر اکتوبر 2007 کا شمارہ میرے سامنے ہے۔تصویروں کے ساتھ پاکستان پر ایٹمی طاقت ہونے کے حوالے سے ایک مضمون کا آغاز اس فقرے سے کیا گیا ہے۔"اگرچہ پاکستان کے نقشے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا مگر پاکستان بڑی آسانی سے امریکہ کیلئے اور مغربی دنیا کیلئے سب سے بڑا خطرہ بن سکتا ہے۔" امریکہ، جرمنی، برطانیہ اور کینیڈا میں طالبان کی سازشوں کا ذکر کرنے کے بعد Threat Watch نامی ایک تھنک ٹینک کی ایک ریسرچ کا یہ خلاصہ دیا گیا ہے۔طالبان القاعدہ اتحاد کے کم از کم 2لاکھ جنگجو پاکستان میں موجود ہیں۔

نومسلموں کی نئی کھیپ

اسلام ایک بین الاقوامی تبلیغی دین ہے۔اس کی تعلیمات میں ایک قدرتی کشش ہے یورپ اور امریکہ میں بہت سے سعید الفطرت لوگوں کو قبول حق کی توفیق مل رہی ہے وہ اسامہ بن لادن، ایمن الظواہری، مصعب الزرقاوی کی قتل و غارت اور خون ریزی کی فلاسفی سے متاثر ہو کر مسلمان نہیں ہو رہے مگر ان میں بعض سادہ لوح نومسلم جہادیوں کے ہتھے چڑھ کر برین واشنگ کے بعد ایک دہشت گرد بن جاتے ہیں ایسے نوجوانوں کی ایک بدنام مثال رچرڈ ریڈ ہے یا پھر دو جرمن نومسلم گرفتار شدگان ہیں جن پر پاکستان جاکر High Explosives کی تربیت حاصل کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔اس طرح کے گمراہ نوجوانوں کے استحصال سے نومسلموں کی ساری کھیپ ہی شک و شبہ کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

اقوام متحدہ کیلئے سوموٹو نوٹس کی تجویز

ہمارے لوگ نئی نئی اصطلاحات سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں اور انہیں بڑی کثرت سے استعمال کرتے ہیں ایک اصطلاح جس سے ہم بہت زیادہ متاثر ہیں، سوموٹو نوٹس لینا ہے۔غالباً اس کی وجہ اعلیٰ عدالتوں کی طرف سے

سوموٹو نوٹس لینے کے واقعات ہیں۔سوموٹو (SUO MOTO) لاطینی زبان کے الفاظ ہیں جو عدالتی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔جب عوام کے بنیادی حقوق معرضِ خطر میں ہوں تو اعلیٰ عدالت اپنی صوابدید استعمال کر کے خود مداخلت کرتی ہے اور متعلقہ حکّام اور اہلکاروں کو وضاحت پیش کرنے کیلئے عدالت میں طلب کرتی ہے اس اقدام کو ’’سوموٹو نوٹس‘‘ لینا کہا جاتا ہے۔

جب میاں نواز شریف کی پاکستان تشریف آوری کی خبر گرم تھی تو اس تناظر میں قبلہ میاں صاحب کو ایک بھولا ہوٗا معاہدہ یاد دلانے کیلئے سعودی عرب کی خفیہ ایجنسی کے سربراہ پاکستان تشریف لائے۔ان کے ساتھ لبنان کے مقتول وزیر اعظم رفیق حریری مرحوم کے صاحبزادے سعد حریری بھی آئے۔انہوں نے وہ تاریخی ڈاکومنٹ دکھایا اس ڈاکومنٹ کا ذکر میں کبھی آیندہ کروں گا قصہ کوتاہ میاں صاحب تشریف لائے اور ساڑھے چار گھنٹے کے قیام کے بعد جدہ روانہ کر دیئے گئے اس پر ان کے بعض احباب نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے اقوام متحدہ کو ان دونوں مہمانوں کے یہاں آکر ڈاکومنٹ لہرانے کا سوموٹو نوٹس لینا چاہیئے !! یہ ان 2 ممالک کی مداخلت ہے۔

اگر اقوام متحدہ کے طریق کار اور دائرہ کار میں اس قسم کے داخلی معاملات پر سوموٹو نوٹس لینے کی روایت موجود ہے تو مجلس اقوام کو ضرور مداخلت کرنی چاہیئے۔اگر واقعی اقوام متحدہ بھی سوموٹو نوٹس لینے کی مجاز ہے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ نواز شریف کی واپسی سے زیادہ اس بات کا نوٹس لے سکتی ہے کہ دہشت گردی کے بین الاقوامی واقعات میں پاکستان کو بار بار ملوّث ہونے کی تکلیف کیوں لاحق ہے اور اس کے اسباب و محرکات کیا ہیں؟ کہیں ہمیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں!!

پاکستان کیلئے لمحہء فکریہ

اگر سوچا جائے تو ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کو بھلا رکھا ہے ہم چھوٹے موٹے لمحہء فکریہ سے متاثر ہونے والی قوم نہیں ہیں ہم صرف کسی بڑے زلزلے یا اس قسم کی ناگہانی آفت سے جاگتے ہیں۔پھر بھی ہم یہی عرض کریں گے کہ اگر پاکستان کے اس تشخص کو تقویت ملتی رہی تو پھر اس کے ردعمل میں ملک وملت کو کئی قسم کے منفی اثرات اور مضمرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

یہاں سیاح آنے سے گھبرائیں گے، اس سے سیاحت متاثر ہوگی مصر کی ٹورازم کی انڈسٹری دہشت گردی کے چند حملوں نے تباہ کر دی تھی۔

مغربی ممالک میں جانے والے اور وہاں مقیم پاکستانی اور تارکین مشتبہ ٹھہرائے جائیں گے۔ایئرپورٹس وغیرہ پر ان سے زیادہ پوچھ گچھ کی جائے گی ان کی مساجد اور تجارتی مراکز پر حملوں کا رجحان بڑھ جائے گا۔آگے چل کر مغربی ممالک سے پاکستان کی تجارت بھی متاثر ہوسکتی ہے۔یورپ اور امریکہ ہمارے بڑے تجارتی پارٹنر ہیں خاص طور پر کپڑے کی صنعت کے حوالے سے۔

ہمارے طلبہ ان ممالک میں بغرض تعلیم جاتے ہیں یہ پروگرام متاثر ہوسکتے ہیں جب سے برطانیہ میں مسلمان ڈاکٹر دہشت گردی میں ملوّث پائے گئے تو اس کے بعد امریکہ میں ڈاکٹروں کی ریزیڈنسی کے پروگرام پر اثر پڑنے کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے۔

غیر ملکی اقتصادی امداد میں کمی آسکتی ہے، مزید برآں بیرونی سرمایہ کاری متاثر ہوسکتی ہے، خیر سگالی کی عدم موجودگی اور عدم تحفظ کے ماحول میں یہاں سرمایہ کاری کرنے کون آئے گا؟ اپنے تو اتنے محبِ وطن ہیں کہ پاکستان سے سرمایہ نکال کر بھاگنے کی ترکیبیں سوچتے رہتے ہیں۔یہ وہ مطلوب پہلو ہیں جن پر مفسد دہشت گردوں اور خودکش حملہ آوروں کو اکسانے والوں نے کبھی غور نہیں کیا، علمائے سُو کا ذہن ان نکات کی طرف منتقل ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اکثر نے صدیوں پرانا وہ نصاب پڑھا ہوتا ہے جس کو عصر حاضر کے تقاضوں کی خبر ہی نہیں بعض علماء تو ایسے ہیں کہ ان کو اپنے ضلع کا جغرافیہ بھی صحیح طور پر معلوم نہیں۔انہیں بین الاقوامی اقتصادی اور سیاسی مسائل کی اونچ نیچ کیسے سمجھ آسکتی ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے اکیسویں صدی میں اپنے دین اور دنیا کی امامت سونپ رکھی ہے ؏

خلق خدا کی گھات میں رند وفقیہہ ومیر وپیر

اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے، آمین۔

(اردو لنک، 15 اکتوبر 2007 صفحہ 12)

****

امتہ العزیز نگہت احمد
بروکلین نیویارک

پیارے ابا کریم احمد نعیم کی وفات پر

کچھ یوں سوچا نہ تھا کچھ یوں سمجھا نہ تھا
وہ گھڑی آئی آکر قضا بن گئی
میری آہ و بکا سب دعا بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دعا بن گئی
غریق رحمت کرے مغفرت وہ کرے
داخل جنت الفردوس تم کو کرے
میری فریاد بس یہ دعا بن گئی
میں پیکر صبر و رضا بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دعا بن گئی
تم کو رحمت میں رکھے رب رحیم
پیارے ابا پیارے بھائی اور جگ کے ماموں نعیم
یاد کرتی ہیں تم کو زبیدہ نعیم
ان کی چاہت ہی تھی جو دعا بن گئی
صدا دل سے نکلی دعا بن گئی
سلیمہ نعیمہ ثمینہ حزیں
سسکیاں انکی آہیں دعا بن گئیں
پیارے بھائی ہوئے جنت مکیں
دیکھو مولا کی کیسی ادا بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دعا بن گئی
پیارے آقا نے لکھا ہو جنت نصیب
ساتھی تمہارے ہوں اعلیٰ علیین
ان کی تحریر ہی سب دعا بن گئی
دعائے خلیفہ حوصلہ بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دعا بن گئی
پیاری شافی و رفعت و محسن نعیم

اور بھائی ہے ہم سب کا منعم نعیم
صبر دے اپنے فضلوں سے مولا کریم
تمہاری باجی کے دل کی دُعا بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دعا بن گئی
قافلہ زیست کا یوں ہی چلتا رہے
سلسلہ نیک نسلوں کا بڑھتا رہے
مطمح نظر مولیٰ کی چاہت رہے
عبادت میں اسکی سعادت رہے
لذّت دید دل کی غذا بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دعا بن گئی
مصطفیٰؐ ہی کی ہم نیک امت بنیں
مسیحا کی مخلص جماعت بنیں
اطاعت گزار خلافت رہیں
میرے دادا کی خواہش دُعا بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دُعا بن گئی
شاعری کی تو اپنی کوئی کل نہ تھی
مصرعہ طرح جو بھایا تو خواہش ہوئی
خود سکھا دے گا مجھ کو بصیر و علیم
یہ ندا دل سے نکلی دعا بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دعا بن گئی
میرے مولا کی قدرت تو ہے بالیقین
کہ نگہت کو اس کی لقا مل گئی
شاعری کی بھی اس کو ادا مل گئی
حالت دل تھی اک مدعا بن گئی
جو صدا دل سے نکلی دعا بن گئی

تبصرہ

تعلیم القرآن

مصنف: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ناشر: جماعت احمدیہ امریکہ

ایڈیشن اوّل: جون 2007

صفحات: 275

قرآن کریم پڑھنا، دوسروں کو پڑھانا، اس کی تعلیمات پر عمل کرنا اور دوسروں کو اس کی تلقین کرنا ہر مومن کا اولین فرض ہے۔ قرآن کریم کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا اور تمام اعراب کا حق ادا کرتے ہوئے ان کی ادائیگی اور ترتیل سے تلاوت کرنے کی تلقین اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے۔ سورۃ المزمل آیت 5 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اور قرآن کریم کو خوب نکھار کر پڑھا کرو۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم نہ صرف خود سیکھتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔

تلاوت کا حق ادا کرنے کی اسی اہمیت کے پیش نظر مکرم ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب آف امریکہ نے انگریزی دان طبقہ کے لئے ''تعلیم القرآن'' کے عنوان سے انگریزی زبان میں ایک ایسی کتاب مرتب کی ہے جس کی مدد سے صحیح انداز میں تلاوت اور قرآن کریم کا ترجمہ سیکھا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ بتدریج اسباق سے صحیح تلاوت کا انداز اپنا سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تعلیمات میں متعدد مواقع پر قرآن کریم کے سیکھنے اور اس کی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرنے کی تحریک فرمائی ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ستمبر 2004 میں فرماتے ہیں:

''ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئیے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔ پھر ترجمہ پڑھیں پھر حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر پڑھیں۔'' (روزنامہ الفضل 7 دسمبر 2004)

مکرم ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب نے تعلیم القرآن کے نام سے کتاب مرتب کر کے نہ صرف انگریزی دان طبقے کے لئے قرآن کریم سیکھنے اور ترجمہ کرنے کی سہولت بہم پہنچائی ہے بلکہ اُردو بولنے والوں کے لئے بھی اس میں بے شمار فوائد موجود ہیں۔ کتاب کے آغاز میں مرتب نے قرآن کریم کا تعارف لکھا ہے، جس میں قرآن کریم کیا ہے، جمع القرآن، پارے، آیات کا تعارف اور بعض معلومات اکٹھی کی ہیں۔ قرآن کریم اور آداب کے ضمن میں ہی مرتب نے مندرجہ ذیل اہم نکات بھی بیان کئے ہیں تاکہ تلاوت سے قبل ایسے امور سہل ہو جائیں جو تلاوت کرنے میں رُکاوٹ بن سکتے ہیں۔ رکوع کی علامت، منازل، آیات کے نمبرز، مقطعات، اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا، سجدہ تلاوت، سجدہ تلاوت کی دعائیں، تلاوت سننے کے آداب، بعض آیات سننے کے بعد کیا کہنا چاہیئے۔ قرآن حفظ کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ دُعائیں۔ قرآن ختم کرنے کی دعا۔ عربی حروف تہجی، ان کا تلفظ اور انگریزی میں علامات، ایسے حروف جن کی ایک جیسی آواز ہے، تحریر کے حوالے سے حروف تہجی کی اقسام، حروف شمسیہ، قمریہ، علم تجوید، صحیح تلاوت کے رموز اور آداب، دو یا دو سے زیادہ حروف کو اکٹھا کرنا، حروف مد اور ان کی علامات، حروف لین، رموز اوقاف اور علامات، مخارج، تنوین، بغیر اعراب کے حروف، تشدید کا استعمال، تلاوت کرتے وقت چند عمومی غلطیوں کی تصحیح، عربی گرائمر کے بعض بنیادی اسباق، اسم اور اس کی اقسام فعل، حرف کی اقسام، حروف نداء، حروف ظرف، اسماء اشارہ۔

پہلی پانچ سورتوں یعنی سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ کے پہلے پانچ رکوع کا انگریزی میں تعارف عربی متن اور انگریزی میں ترجمہ بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ مفردات قرآن اور قرآنی دعائیں آخر میں شامل کی گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب قرآن کریم کی تلاوت، ترجمہ اور اس کے سیکھنے کے طریقوں کے بارے میں ایک مفید کتاب ہے، مرتب نے اس کے موضوع پر ہر چیز تفصیل سے محفوظ کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ احباب اس کتاب سے فائدہ اُٹھا کر قرآن کریم کے نور سے مستفید ہوں۔

(الف۔ شمس)

(بحوالہ روزنامہ الفضل 2 تا 12 اکتوبر 2007)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا جلسہ سالانہ امریکہ 2007 کے موقعہ پر جماعت احمدیہ امریکہ کے نام پیغام

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2 ستمبر 2007 کو جلسہ سالانہ جرمنی کے اختتامی خطاب میں جماعت احمدیہ امریکہ کے نام پیغام میں فرمایا:

''آج جماعت احمدیہ امریکہ کا بھی جلسہ سالانہ ہو رہا ہے ان کا بھی اختتام ہے۔ امیر صاحب امریکہ نے درخواست کی تھی پیغام کی تو پیغام تو جو میں نے دیئے تقریر میں وہ اُن کیلئے بھی ہیں اور ساری دُنیا کیلئے ہیں۔ لیکن کیونکہ ان کا جلسہ ہو رہا ہے اسلئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکہ کو میں یہ پیغام بھی دیتا ہوں کہ امریکہ میں رہنے والے احمدیو! اور خاص طور پر ایفرو امریکن احمدی جو ہیں ہمارے بھائی جو اپنے ایمان میں اور اخلاص میں بڑھ رہے ہیں۔ آپ میں سے چند ایک اس دفعہ جلسہ سالانہ یو۔کے میں بھی حاضر ہوئے اور اکثریت پہلی دفعہ حاضر ہوئی تھی اور جلسے میں شمولیت کے بعد سب کے دل بہت پُرسکون تھے اور بہت کچھ پانے کا تاثر آپ لوگوں کی آنکھوں اور چہروں سے نظر آ رہا تھا۔ خلافت کیلئے محبت کے جو جذبات میں نے آپ کے چہروں پر دیکھے، اُس سے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر آتا تھا۔ آپ سے میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کے آباؤ اجداد یہاں غلام بنا کر لائے گئے تھے امریکہ میں۔ اب آپ کو اُس ملک میں آزادی مل گئی ہے یا کہا جاتا ہے کہ آزادی مل گئی ہے لیکن اس آزادی میں بھی کئی بندشیں ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو آپ کہیں گے کہ ہمیں حقیقی آزادی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ کر ملی ہے، آپؐ کے غلامِ صادقؑ کی جماعت میں آ کر ملی ہے۔ پس اس آزادی کی حفاظت کریں اور اس آزادی کے پیغام کو اپنے ہم قوموں میں بھی دیں۔ سفید فام امریکنوں کو بھی دیں۔ اور دوسری قوموں کے لوگوں کو بھی دیں۔ آپ تو آزاد ہیں لیکن یہ لوگ جنہوں نے دُنیاداری کے طوق اپنی گردنوں میں ڈالے ہوئے ہیں، جنہوں نے خدا تعالیٰ کو بھلا دیا ہے اور عیاشیوں کی زنجیریں اُن کے پاؤں کی بیڑیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ اپنی نفسانیت کی زنجیروں میں قید ہیں۔ ان کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کا پیغام پہنچا کر آزادی دلوائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لائیں تبھی آپ حقیقی آزادی پانے والے اور حقیقی آزادی دلوانے والے کہلا سکیں گے۔ اپنی زندگیوں میں بھی جیسا کہ میں نے کہا اسلام کی تعلیم لاگو کرتے ہوئے ویسے بنیں جیسا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس اپنے اِس فرض کو سمجھیں اور اسی طرح دنیا میں رہنے والا ہر احمدی جو ہے اس پیغام کو سمجھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔'' (آمین)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم ومحترم امیر صاحب امریکہ بتوسط مکرم وکیل التبشیر صاحب لندن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے آپ بخیریت ہونگے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مقبول خدمات سلسلہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل سے ان مساعی میں برکت ڈالے، آمین۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انگریزی تراجم اور نظر ثانی کے سلسلہ میں حضور انور کا تازہ ارشاد ہے کہ:

''انگلش تراجم کے لئے تو بیرون پاکستان جماعتوں مثلاً امریکہ وغیرہ سے اعلان کروا کر یا کسی اور طریق سے اچھے ترجمہ کرنے والے تلاش کئے جاسکتے ہیں جو ترجمہ اور کمپوزنگ دونوں جہتوں سے مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔''

اس ارشاد کی تعمیل میں جہاں دوسرے اقدامات اٹھائے جارہے ہیں وہاں خاکسار آنمکرم سے بھی گزارش کرتا ہے کہ آنمکرم اُن احباب وخواتین کی نشاندہی فرمادیں جو انگریزی اور اُردو ہر دو زبان کے محاورہ پر کامل عبور رکھتے ہوں اور اس کام کے لئے موزوں ہوں۔ ایسے احباب وخواتین سے ''ازالہ اوہام'' کے پہلے 5 صفحات کا نمونے کا ترجمہ کر کے بھجوا دیں تا معیار کا اندازہ کیا جاسکے اور ان کے کوائف وایڈریس سے بھی مطلع فرمادیں۔ علاوہ ازیں ملکی جماعتی رسائل واخبارات میں بھی یہ اعلان بار بار شائع کروادیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

دعاؤں کی درخواست کے ساتھ، والسلام۔ خاکسار

محمد علی (دستخط)

وکیل التصنیف، تحریک جدید ربوہ

نوٹ: تمام ایسے احباب جو اُردو سے انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے نام محترم امیر صاحب امریکہ کی خدمت میں درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں:

Dr. Ahsanullah Zafar
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

اعلان: خصوصی شمارہ جات رسالہ النور بابت صد سالہ خلافت جوبلی 2008

انشاءاللہ 2008 میں صد سالہ خلافت جوبلی کے اہتمام میں خصوصی شمارے شائع کئے جائیں گے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

جنوری	2008	حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل ؓ
فروری	2008	حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ؓ
مارچ	2008	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود المہدی المعہود علیہ السلام
اپریل	2008	حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ
مئی	2008	حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ
		حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قارئین سے درخواست ہے کہ حسب پروگرام بروقت معیاری مضامین اور منظوم کلام خوشخط لکھ کر یا ٹائپ کر کے ادارہ النور کو درج ذیل پتہ پر بھجوا کر ممنون فرمائیں:

The Editor, An-Noor
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

جزاکم اللہ احسن الجزاء

سیّدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

انجینئرنگ کالج لاہور کے احمدی طلبہ میں رونق افروز ہیں (۲ ماہ شہادت ۱۳۳۰ ہش ۱۹۵۱ء)
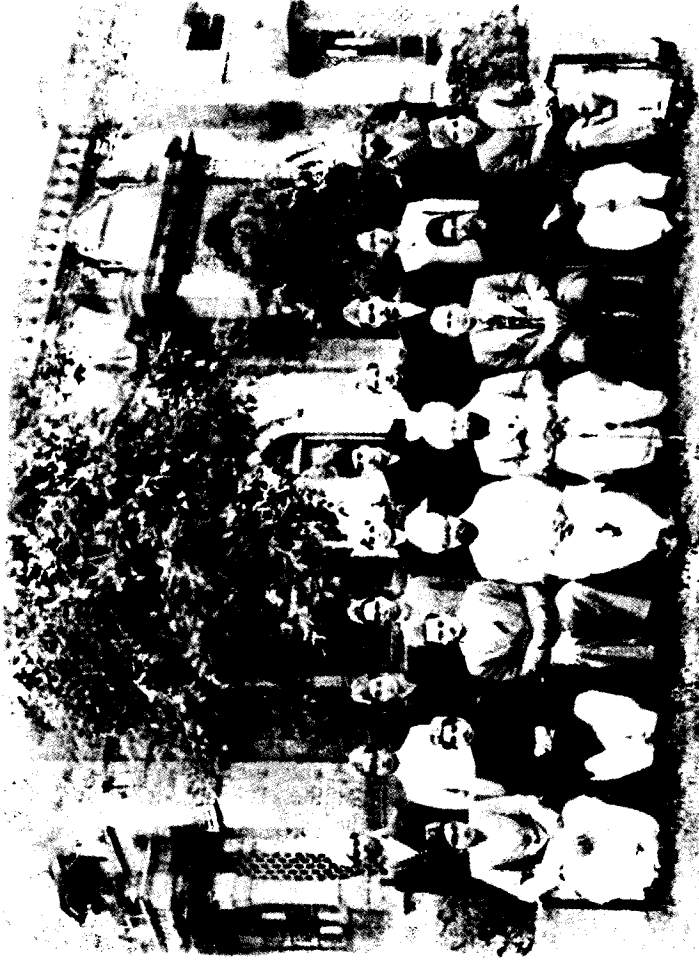
سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا گروپ فوٹو

(طلبہ انجینئرنگ کالج لاہور کے ساتھ)

(دائیں سے بائیں کرسیوں پر) سید محمد خیر البشر صاحب۔ فضل الرحمٰن صاحب (زعیم مجلس خدام الاحمدیہ) ڈاکٹر ایس ڈی منظفر پی۔ ایچ ڈی (پرنسپل انجینئرنگ کالج۔ حضرت اقدس سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ پروفیسر بی اے ملک ایم ایس سی (انجینئرنگ) محمد احمد خان صاحب (نائب زعیم) عبد السمیع صاحب۔

(کھڑے ہونے والے) خوشی محمد صاحب (باڈی گارڈ) ظفر اقبال صاحب۔ عبد الحمید صاحب۔ حمید احمد صاحب (جنرل سیکرٹری) رشید احمد صاحب ملک۔ راجہ مجید اللہ صاحب۔ خالد سیف اللہ صاحب۔ محمد بشیر احمد صاحب۔ محمود احمد صاحب چیمہ۔ محمد عالم صاحب باڈی گارڈ۔

طلبہ انجینئرنگ کالج لاہور سے حضرت امیر المومنین کا پُراثر خطاب

۲۔ ماہِ شہادت/اپریل کو بعد نماز عصر انجینئرنگ کالج لاہور کے احمدی نوجوانوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے اعزاز میں ایک دعوت عصرانہ دی۔ یہ دعوت تعلیم الاسلام کالج کے احاطہ میں دی گئی جو اُس دَور میں لاہور ہی میں تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اِس موقع پر ایک پُرمعارف لیکچر دیا۔ حضور نے سورۃ ممتحنہ کے آخری رکوع کی آخری آیت کی روشنی میں جس میں خدا تعالیٰ کی صفتِ مصوّر کا ذکر ہے فنِ انجینئرنگ کے اصول کا ذکر فرمایا۔ اِس تقریب میں انجینئرنگ کالج کے پرنسپل (ڈاکٹر ایس۔ ڈی منظفر مرحوم) اور پروفیسر کے علاوہ اکابرِ سلسلہ میں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی شرکت فرمائی[۱]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

لندن
28-10-07

مکرم کریم اللہ زیروی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے احمدیہ گزٹ امریکہ کا شمارہ بابت ماہ اکتوبر موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ کافی محنت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ جملہ خدمت کرنے والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے اور یہ رسالہ قارئین کی علمی، روحانی اور اخلاقی تربیت کا بہترین ذریعہ ثابت ہو۔ آمین

والسلام
خاکسار

مرزا مسرور احمد
خلیفة المسیح الخامس